الله
رسول
محمد

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

جنوری
2010ء

المُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ مُجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے (الحدیث)

ماہنامہ

المُرشِد

اطاعت، اللہ کی عطا ہوتی ہے۔ کسی کو نواز دے تو اسے توفیقِ عمل دے دیتا ہے اور جب خفا ہوتا ہے تو توفیقِ اطاعت چھین لیتا ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

ماہنامہ المرشد

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجددِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

جنوری 2010ء محرم الحرام/صفر المکرّم

جلد نمبر 31 | شمارہ نمبر 5

مدیر: چوہدری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن منیجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ: پلاٹینم گرافکس، لاہور 0300-4339894

قیمت فی شمارہ 25 روپے

PS/CPL#15

فہرست

اداریہ	محمد اسلم	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوالِ شیخ	انتخاب	5
اطیعو اللہ واطیعو الرسول	امیر محمد اکرم اعوان	7
ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت	امیر محمد اکرم اعوان	20
پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ	امیر محمد اکرم اعوان	29
سوال و جواب	امیر محمد اکرم اعوان	36
رؤیت ہلال کی شرعی حقیقت	امیر محمد اکرم اعوان	41
اولیاء اللہ اور ولایت	امیر محمد اکرم اعوان	46
Loyalty	امیر محمد اکرم اعوان	53
Bai'at	امیر محمد اکرم اعوان	56

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس۔ لاہور 042-36314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن آفس= ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ڈاکخانہ ٹاؤن شپ، لاہور، فون 042-35182727

رابطہ آفس= ماہنامہ المرشد، اے۔ٹی۔ ایم بلڈنگ، پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد، فون 041-2668819 Mob: 0346-5207282

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

شکر کی حقیقت

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے اعمال و کردار میں اللہ کی اطاعت کیلئے بھرپور کوشش کرے۔ فرائض و سنن اور واجبات یعنی عبادات کے ساتھ معاملات پر کڑی نگاہ رکھے۔ کمانے کا طریقہ شرعی ہو تو خرچ میں بھی شرعی حدود ملحوظ رکھے۔ اس سارے عمل کے ساتھ زبان سے بھی شکر ادا کرے۔ تو یقیناً نعمتوں میں زیادتی ہوگی۔ اور یہ زیادتی مقدار کی بھی ہوسکتی ہے اور وقت کی بھی لیکن اگر تم لوگوں نے ناشکری کا راستہ اپنایا جس میں سب سے بڑی ناشکری عقیدے کی خرابی ہے اور پھر وہی عمل کی خرابی تو یاد رکھو میرے عذاب بھی بہت سخت ہیں اور ناشکری اگر عقائد میں نہ بھی ہو تو اعمال کی سستی یا کجی گرفتارِ بلا کرسکتی ہے۔ خواہ نعمت کے زوال کا سبب بن جائے یا اسکے استعمال میں رکاوٹ آجائے اور آخرت کے عذاب کا باعث بن سکتی ہے۔

اداریہ

ملاوٹ کی لعنت

ہمارے وطن عزیز کو کئی برسوں سے گونا گوں مسائل کا سامنا ہے۔ بدامنی، مہنگائی، بے روزگاری، تعلیم اور علاج کی غیر معیاری اور ناکافی سہولیات نے پوری قوم کو پریشان کر رکھا ہے، دہشت گردی ان مسائل سے بھی بڑا مسئلہ ہے۔ ہر روز کسی نہ کسی شہر میں خودکش دھماکے ہو رہے ہیں جن کے نتیجے میں بے گناہ لوگ شہید ہوتے ہیں۔ آج پوری قوم شدید خوف و ہراس میں مبتلا ہے۔ مشکلات میں گھری اس قوم کا ایک مسئلہ ملاوٹ بھی ہے۔ دینی عقائد اور نظریات میں ملاوٹ کی کہانی تو بہت لمبی ہے ہمارے ہاں دنیاوی استعمال کی اشیا میں ملاوٹ بھی ایک روایت کا درجہ اختیار کر چکی ہے بلکہ یہ ایک شرمناک حقیقت ہے کہ ہمارے ملک کے ملاوٹ مافیا زنے اس بہیمانہ حرکت کو ایک ''فن'' بنا دیا ہے۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جہاں دو نمبر مصنوعات تیار کرنے والے اپنے کام میں مہارت پر کھلم کھلا فخر کا اظہار کرتے ہیں۔ ہمارے وطن میں ہر چیز اور ہر مال کا ''دو نمبر نمونہ'' بھی تیار کیا جاتا ہے جو اصل چیز سے بھی زیادہ فروخت ہوتا ہے۔ اشیائے خورد و نوش اور ادوایات تک میں ملاوٹ ہو رہی ہے۔ خالص خوراک کا حصول ایک خواب بن کر رہ گیا ہے۔ دودھ میں پانی کی ملاوٹ تو اب بہت پرانی بات ہو گئی ہے۔ اب دودھ میں پاؤڈر اور خشک دودھ کی ملاوٹ ہو رہی ہے۔ گوالے دودھ میں ملاوٹ کا خود اعتراف کرتے ہیں بلکہ انہوں نے ملاوٹ کی شرح کے اعتبار سے ہی دودھ کے نرخ بھی مقرر کر رکھے ہیں۔ سرخ مرچوں اور مسالہ جات میں اتنی ملاوٹ کی جاتی ہے کہ ان اشیا کا اصل جوہر ہی بدل جاتا ہے ہمارے بازاروں میں بیسیوں قسم کا شہد ملتا ہے کسی کا ریٹ 300 روپے ہے اور کسی کا 600 روپے۔ گاہک بے چارہ یہ سوچتا رہ جاتا ہے کہ اگر خالص شہد 600 روپے فی کلو ہے تو پھر 300 روپے فی کلو میں کیا چیز فروخت کی جا رہی ہے۔ اسی طرح دیسی گھی بھی نایاب ہو چکا ہے۔ سستے ڈالڈا گھی میں کیمیکل کی کچھ مقدار ملا کر اسے دیسی گھی کے طور پر مہنگے داموں فروخت کیا جاتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ جان بچانے والی ادوایات میں بھی ملاوٹ ہو رہی ہے جس کی وجہ سے آئی سی یو میں پڑے مریض شفایاب ہونے کے بجائے اپنی زندگیاں ہار جاتے ہیں۔ ملٹی کمپنیاں منرل واٹر اور دودھ کے نام پر مہنگے داموں جو مصنوعات فروخت کر رہی ہیں، ان میں بھی ملاوٹ کی جاتی ہے۔

صورت حال یہاں تک جا پہنچی ہے کہ گزشتہ دنوں ہائیکورٹ میں ایک مقدمے کی سماعت کے دوران حکم دیا گیا کہ منرل واٹر کی ''اصلیت'' جاننے کے لئے اس کا ٹیسٹ بیرون ملک سے کرایا جائے یعنی پاکستان میں ایک بھی ایسی لیبارٹری نہیں جس پر عدالت عالیہ کو اعتماد ہو۔ ہم ملاوٹ زدہ ادوایات استعمال کرتے ہیں۔ ملاوٹ مافیا ہماری زندگیوں کے ساتھ کھیل رہا ہے ملاوٹ زدہ خوراک کی وجہ سے جگر اور معدے کی بیماریاں، مختلف قسم کا کینسر اور دیگر امراض پھیل رہی ہیں۔ مال و دولت کی ہوس میں مسلمان ہونے کے دعوے دار لوگ فرمان نبوی بھی فراموش کر دیتے ہیں کہ ''جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں'' جہاں تک حکومت کا تعلق ہے تو وہ دیگر امور کی طرح اس اہم مسئلے کی طرف سے بھی اپنی آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ ملاوٹ روکنے کے لئے محکمہ خوراک فوڈ انسپکٹر کو متعین کرتا ہے لیکن ہمارے ملک میں معیاری لیبارٹریز موجود نہیں۔ حکومت نے اس مسئلے کو کبھی اپنی ترجیحات میں شامل نہیں کیا۔

ترقی یافتہ ممالک کی حکومتیں اپنے عوام کو ملاوٹ سے پاک خوراک مہیا کرتی ہیں۔ یورپی ممالک کے ائیر پورٹس اور بندرگاہوں پر پہنچنے والی خوراک کو چیک کرنے کے لئے انہی مقامات پر معیاری لیبارٹریز بنا دی گئی ہے۔ وہ لوگ غیر معیاری اور مضر صحت خوراک کو اپنے ملکوں میں داخل ہی نہیں ہونے دیتے۔ ایک طرف حفظان صحت کی اتنی فکر ہے اور دوسری طرف ہماری حکومت ہے جو اس معاملے میں خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت پاکستان اپنی ذمہ داری محسوس کرے اور ملاوٹ مافیا کو سترہ کروڑ عوام کی صحت سے کھیلنے کی اجازت نہ دی جائے۔ جس قوم کے عقائد میں ملاوٹ ہو، خوراک میسر نہ ہو۔ وہ دشمن کا کیا مقابلہ کر سکے گی نہ ہی ترقی کی دوڑ میں دیگر اقوام کی برابری کر پائے گی۔ حکومت کو چاہیئے کہ تمام شہروں اور قصبوں میں معیاری لیبارٹریز قائم کی جائیں اور خوراک اور ادوایات کی چیکنگ کے نظام کو مؤثر بنایا جائے تا کہ ہم اور ہماری آئندہ نسلیں ملاوٹ کے بُرے اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔

محمد اسلم

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر — نشانِ منزل

کونسی ایسی بات ہوئی ہے — سوچ سمندر

متاعِ فقیر — آس جزیرہ — دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہیئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں، اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سیکھا یا کم، سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمی نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیضِ نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

ایک جھلک

اثاثہ ہے مومن کا الفت نبی ﷺ کی
چلو نعت اک آج لکھیں نئی سی
محمد ﷺ کی عظمت کا جھنڈا اُٹھاؤ
کوئی نعت خون سے بھی لکھ کر دکھاؤ
کٹھن ہم پہ کتنی گھڑی آگئی ہے
مسلمان کے خون کی ندی بہہ رہی ہے
زمانہ نئی چال چلنے لگا ہے
کہ یہ اژدھا زہر اُگلنے لگا ہے
چلا ہے یہ مسلم کو مغلوب کرنے
چلا دینِ حق کو ہے مرعوب کرنے
ابوبکرؓ سا عزم پھر لے کے اُٹھو
شجاعت کو فاروقؓ سے لے کے اُٹھو
تم عثمانؓ و حیدرؓ سا جذبہ دکھاؤ
صحابہؓ کی سنت کو پھر لے کے اُٹھو
اُٹھو ظالموں پر تو بجلی گرا دو
ہے اسلام زندہ یہ سب کو بتا دو
بتا دو کہ تم دینِ حق کے امین ہو
شہیدانِ حق کے تمہیں جانشین ہو
یہ باطل کی شوکت مٹا دے جہاں سے
بڑھے روشنی پھر تمہاری اذاں سے
گرے سَر جو کٹ کر زمانہ کہے یہ
میں پہچانتا ہوں کہ سیماب ہے یہ

اقوالِ شیخ

☆ جن چیزوں کو ہم ایجادات کا نام دیتے ہیں۔ دراصل انکا وجود پہلے سے موجود ہوتا ہے اس وجود میں وہ کام کرنے کی صلاحیت رب العالمین نے پہلے سے سمودی ہوتی ہے۔ جسے ہم موجد کہتے ہیں یا جس کے متعلق ہمارا گمان ہوتا ہے کہ یہ فلاں شخص کی ایجاد ہے۔ اسکی محنت اتنی ہوتی ہے کہ اس موضوع پر محنت کرکے، مجاہدہ کرکے، تحقیق کرکے وہ طریقہ دریافت کرلیا جس طریقے سے اُس طاقت کو یا اُس نعمت کو انسان استعمال کرسکتا ہے مسلمان ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے جو طریقہ بنایا ہے اسے اختیار ہی نہ کیا جائے۔ مسلمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو نعمت وہ لے گا اس میں مزید احساسِ تشکر پیدا کرکے، اسے مزید اللہ کے قریب لے جائے۔ وہ صرف اس دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی انعامات الٰہی کا سزاوار ہوگا۔ مسلمان ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ کام نہ کیا جائے۔ کام چھوڑ دیا جائے اور مسلمانی وہ سارے کام کرتی رہے گی۔ یہ ہرگز درست نہیں ہے۔

☆ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ اس سے یہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ جل شانہ، کے متعلق کوئی تصور، کوئی عقیدہ، کوئی نظریہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہو۔

☆ تو اسلام کیا ہے؟ اللہ کریم فرماتے ہیں۔ انسانی زندگی کو گزارنے کا آسان ترین طریقہ اسلام ہے جو میرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم فرماتا ہے۔

☆ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اللہ نے باقی رکھا۔ اسی طرح برکات وکیفیات کو بھی باقی رکھے گا۔ جب تک یہ اُمت رہے گی۔ کتاب بھی یہی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی ہے، تعلیمات بھی یہی ہیں، برکات وکیفیات بھی یہی ہیں۔ لینا دینا تو اپنے نصیب کی بات ہے۔

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمدورفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ اُس لطیفہ پر لگے جو کیا جارہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز رہے اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ:- ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کیلئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پہ لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا کر ٹکرائے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی 8 نومبر 2009 ماہانہ اجتماع بمقام: دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال

الحمد لله، الحمدلله رب العلمين والصلوٰة والسلام علي حبيبه محمد و آله واصحابه اجمعين۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

مولا یاصل وسلم دائما ابدا
على حبيبك خير خلق كلهم

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ کریم کی اطاعت کرتے رہو۔ اسلام تسلیم کرنے اور ماننے کا نام ہے۔ اور عملاً اطاعت چاہتا ہے۔ اللہ کی اطاعت کیا ہوگی؟ کیسے ہوگی؟ اطاعت کرنے والے کو کیا خبر ہوگی کہ اللہ کریم کیا حکم دے رہے ہیں کس بات پہ راضی ہیں۔ کس بات سے روک رہے ہیں۔ فرمایا وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو۔ دوسری جگہ فرمایا **مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ** (سورہ النساء آیت 79) جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ وَاحْذَرُوْا اطاعت کر کے بھی بے فکر نہ ہو جاؤ کہ اس میں بھی کئی مرحلے ہیں ایک شخص کلی طور پر اطاعت بھی کرتا ہے، حلال وحرام کی تمیز بھی رکھتا ہے، عبادات بھی ہر وقت ادا کرتا ہے۔ عقائد بھی درست ہیں۔ ڈرنا اسے بھی چاہیئے۔ احتیاط اس کے لئے بھی لازم ہے۔ اس لئے کہ کہیں خود نمائی میں گرفتار نہ ہوجائے۔ اپنی پارسائی کا اسیر نہ ہوجائے۔ اپنی بڑائی کے زعم میں گرفتار نہ ہوجائے۔ جو اطاعت نہیں کرتا اسے یہ خیال کرنا چاہئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کر کے اللہ کی نعمتیں کھاتے ہوئے، اللہ کی کائنات میں رہتے ہوئے، اسکے قبضہ قدرت میں بستے ہوئے، اپنے لئے کیا پیدا کر رہا ہے! اور اسکا نتیجہ کیا ہوگا! وقت بڑی عجیب شے ہے۔ اس طرح گزرتا ہے جس طرح مٹھی سے ریت گر جاتی ہے۔ اسکے گزرنے کا پتہ نہیں چلتا لیکن یہ گزرتے گزرتے بیشمار نقوش مٹا دیتا ہے اور بیشمار نئے نقوش ثبت کر دیتا ہے، بیشمار روایات ختم

ہوجاتی ہیں اور بیشمار نئی چیزیں سامنے آجاتی ہیں۔ اور بندے کو وقت کے گزرنے کا احساس نہیں ہوتا آج ہم جس دور میں ہیں یہ اپنے اعتبار سے ایک عجیب دور ہے۔ چودھویں صدی ہجری کے نصف تک بھی اگر ہم علماء کی سوانح کو دیکھیں تو تقریباً جتنے نامور عالم ہیں جن پر کسی نے کوئی قلم اٹھایا جن کی سوانح مرتب ہوئیں جن پر لکھا گیا ہے، ان سب میں ایک بات قدرِ مشترک کے طور پر نظر آتی ہے کہ فلاں استاد سے یا فلاں مدرسے سے تکمیل علوم کے بعد فلاں بزرگ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ فلاں خانقاہ پہ چلے گئے۔ اتنا عرصہ وہاں ٹھہرے اور وہاں سے خرقۂ خلافت حاصل کیا پھر میدانِ عمل میں قدم رکھا تقریبا تمام نامور افراد کی سوانح میں یہ ملتا ہے اسلئے کہ علومِ ظاہری، احکامِ شریعت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ عقائد و اعمال کے بارے اطلاع دیتے ہیں اور کیفیات قلبی ان عقائد و اعمال میں، عمل میں اور یقین میں گہرائی اور خلوص پیدا کرتے ہیں۔ تو اسلام کسی اداکاری کا نام نہیں ہے۔ اسلام نام ہے خلوصِ دل سے تعمیل ارشاد کا۔ احکام کی بجا آوری کا۔ اور یہ خلوص قرآن کی ترتیب میں علم و عمل سے پہلے درکار ہے جیسے ارشاد فرمایا۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جُمعہ آیت نمبر 2) ایمان کے بعد تزکیہ ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایمان لانے والوں کا تزکیہ فرماتے اور تزکیئے کے بعد انہیں تعلیم کتاب و حکمت عطا فرماتے۔ یہاں تعلیم سے مراد وہ علم ہے جس پر عمل کی توفیق بھی ارزاں ہو ورنہ تو مشرکین اور اہل مغرب نے بھی قرآن و حدیث کے مطالعہ کے لئے عربی زبان سیکھی۔ عربی لغت سیکھی۔ منطق اور حرف و نحو سیکھی اور قرآن اور حدیث کا مطالعہ کر کے حاصل کیا ہوا بے اثر، بودے اور فضول اعتراض۔ یعنی نرا جاننا یا نرا عمل مقصود نہیں ہے اس کے ساتھ خلوص بھی درکار ہے اور یہ بڑی ایک نازک کیفیت ہے۔ خلوص ایک بڑی عجیب سی کیفیت ہے انسان کے دل کے اندر کی حالت ہے لیکن یاد رکھیں۔ اس کی سب سے پہلی شناخت یہ ہے کہ جہاں خلوص ہوگا وہاں بندہ اپنی بڑائی یا اپنی پارسائی کے زعم میں مبتلا نہیں ہوگا۔ اگر اس کے پاس کوئی خوبی ہوگی کوئی کمال ہوگا تو وہ اسے اللہ کی عطا سمجھے گا۔ اگر اسے عبادت کی توفیق ہے اگر اسے نیکی کی توفیق ہے اگر رزقِ حلال کی توفیق ہے تو مزید اللہ کا شکر ادا کرے گا اور اس کے دل میں یہ یقین ہوگا کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ کا انعام ہے وہ خود کوئی شے نہیں ہے۔ یہ پہلی اور آخری چیز ہے جسے بندے کو خود جانچنا چاہیئے۔ بہت سے لوگ بظاہر نیکی کرتے ہیں احکام بجالاتے ہیں۔ عبادات کرتے ہیں، وظائف پڑھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، ذکر اذکار کرتے ہیں، تبلیغ کرتے ہیں۔ لیکن ان کے اندر ایک بات سما جاتی ہے کہ وہ پارسا ہیں، بہت نیکیاں کرنے والے ہیں۔ بندہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میں تو بہت کام کر رہا ہوں کوئی کچھ بھی نہیں کر رہا۔ اطاعت اللہ کی عطا ہوتی ہے کسی کو نواز دے تو اسے توفیقِ عمل دے دیتا ہے اور جب خفا ہوتا ہے تو توفیق اطاعت چھین لیتا ہے سو اگر کوئی نیکی بھی کر رہا ہے تو یہ اس کی عطا ہے اس پر مزید شکر واجب ہے اسے ذاتِ باری کا احسان مند ہونا چاہیئے کہ اس نے اپنی اور اپنے نبی کریم ﷺ کی پیروی اور

اطاعت کی توفیق عطا کی۔ نیک بندوں کا ساتھ عطا کیا نیکی پر چلنا آسان فرمایا۔ سو فرمایا اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ ہے ہی نہیں اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (سورہ المائدہ 92) ایک ہی راستہ ہے، کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ لیکن اس پر چلتے ہوئے بھی وَاحْذَرُوْا۔ احتیاط لازم ہے۔ اپنا محاسبہ کرتے رہو۔ یہ سارا مجاہدہ یہ ساری محنت یہ ساری کوشش صرف اس لئے ہے کہ اللہ کے بندوں میں کچھ کو تو خلوص کے ساتھ اتباع نصیب ہو۔ اور اگر کوئی پرواہ نہیں کرے گا تو پھر تَوَلَّیْتُمْ تو پھر ٹھیک ہے اللہ خود حساب لے لے گا۔ اگر تم پرواہ نہیں کرو گے تم اطاعت نہیں کرو گے یا اطاعت کر کے اس پر ناز کرو گے اپنی بڑائی میں گرفتار ہو جاؤ گے تو فَاعْلَمُوْٓا پھر ایک بات یاد رکھ لو۔ عدم اطاعت سے نہ تم اللہ کی عظمت میں خلل پیدا کر سکتے ہو نہ نبی کریم ﷺ کی عظمت میں۔ اس لئے کی حضور اکرم ﷺ کا فریضۂ عالیہ یہ ہے۔ اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۹۲﴾ (سورہ المائدہ 92) یقیناً نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا منصبِ جلیلہ یہ ہے کہ اللہ کریم کی بات تم تک واضح طور پر پہنچا دے منوانا حضور اکرم ﷺ پر فرض نہیں ہے۔ ماننا نہ ماننا یہ معاملہ تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان ہے۔ مانو گے اس کی رضا حاصل کرو گے۔ نہیں مانو گے وہ تم سے حساب لے گا۔ وہ جانے تم جانو۔ وہ اگر معاف کر دے تو وہ قادر ہے۔ سزا دے تو بھی وہ قادر ہے۔ معاملہ تمہارے اور تمہارے مالک کے درمیان ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا منصب جلیلہ یہ ہے کہ اللہ کریم کی بات تم تک پہنچا دے۔ یہ بات کہنے میں تو ایک جملہ ہے، ایک فقرہ ہے، لیکن یہ بہت بڑی حقیقت ہے اور اللہ کا بہت بڑا انعام ہے۔ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر عیسیٰ ؑ تک نبی آئے۔ رسول ؑ آئے۔ اولا العزم رسول ؑ تشریف لائے۔ ایک قاعدہ اور ضابطہ رہا۔ مخصوص قوموں کی طرف تشریف لائے۔ مخصوص علاقوں کے لئے تشریف لائے۔ مخصوص وقت کے لئے تشریف لائے۔ لہٰذا جب وقت بدلا تو نئی نبوت آ گئی۔ آپ ﷺ سارے جہان کے لئے تشریف لائے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نئی نبوت، کوئی نئی کتاب نہیں آئے گی۔ تو دیکھنا یہ ہوگا کہ آخری نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو جو احکام اللہ نے دیئے وہ ناقابلِ ترمیم ہیں۔ ان میں کوئی ترمیم قیامت تک نہیں ہوگی۔ کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ قیامت تک رہنے والی شریعت صرف حضور اکرم ﷺ لائے۔ کہنے کو تو ایک جملہ ہے کہ اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ لیکن حقیقتاً پوری کائنات کو بعثتِ عالی سے لے کر قیامت تک کے لئے پوری انسانی دنیا کا سارا نظام اللہ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے ذریعے عطا فرما دیا۔ کس طرح سے معیشت ہوگی؟ کس طرح سے معاشرت ہوگی؟ کس طرح سے عدالت ہوگی؟ کیا طریقہ سیاست ہوگا؟ کیا نظامِ ہائے ممالک ہوں گے؟ کس طرح سے امن قائم ہوگا؟ جنگیں ہوں گی تو کس بنیاد پر اور ان میں سزا ہوگی تو اس کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ شخصی و ذاتی امور گھریلو زندگی اور میاں بیوی کے تعلقات سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک پوری زندگی کا ایک نصاب دے دیا۔ لہٰذا اطاعت سے مراد صرف یہ نہیں کہ ہم نماز پڑھیں، روزہ رکھ لیں اور بس فارغ ہو گئے۔ حج کر لیا، زکوٰۃ

دے دی۔ نہیں! بلکہ پوری زندگی کا جو لائحہ عمل ہے اس کو حضور اکرم ﷺ کے دیئے ہوئے نظام کے تابع کرنا ہوگا۔ قدم قدم پر آپ ﷺ کی پیروی کرنی ہوگی۔

اور تصوف کیا ہے؟ تصوف صرف یہ بات ہے کہ جو پیروی حضور اکرم ﷺ کی کی جائے اس میں انتہائی خلوص ہو۔ دل کی گہرائی سے کی جائے۔ ان کیفیات کو تصوف کہتے ہیں۔ قرآن کے لفظ تزکیہ کی علماء نے، مفسرین نے اپنی اپنی وسعتِ نظر کے مطابق تشریحات کی ہیں، توجیہات کی ہیں۔ اللہ ان پر کروڑوں، کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ ہر ایک کا اپنا ایک خیال ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآنِ حکیم کے لفظ تزکیہ کا اگر ہم فارسی یا اُردو میں ترجمہ کریں تو وہ تصوف بنتا ہے۔ تزکیہ سے مراد دل کی پاکیزگی ہے۔ صفائے قلب ہے۔ صفائے باطن ہے۔ تصوف کا معنی بھی یہی ہے۔ آپ ﷺ نے قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کو بہترین نظامِ زندگی دے دیا اور یہ کوئی آسان کام نہ تھا یہ ہرگز آسان نہ تھا کہ صحرائے عرب میں بیٹھ کر ایسا نظام مرتب کر کے انسانیت کو دے دیا جائے جو روئے زمین پر قابلِ عمل ہی نہ ہو بلکہ نافع ہو۔ دنیاوی اعتبار سے بھی اور اُخروی اعتبار سے بھی اور پھر لوگوں کی زبانیں مختلف، قد مختلف، استعدادِ کار مختلف، سوچ کا انداز مختلف، رنگ مختلف، کھانے پینے کے انداز مختلف، صحت و بیماریاں مختلف، اس کے باوجود سب اس پر عمل بھی کر سکیں اور وہ سب کو یقینی فائدہ بھی دے۔

اک زمانہ تھا دانش کے لئے علم و عمل کو کسوٹی بنایا جاتا تھا اور دانشور انہیں کہا جاتا تھا جو اہلِ علم ہوتے تھے، زندگی کے تجربات سے آشنا ہوتے تھے، صاحبِ عمل ہوتے تھے صاحبِ کردار ہوتے تھے، وہ کسی معاملے میں رائے دیتے تو کہتے اہلِ دانش کی رائے ہے یا فلاں دانشور نے یہ کہا۔ اب دانشوری کے لئے کوئی عہدہ چاہئے اس کے پاس کوئی عہدہ ہو، سر گنجا ہو، جو چند بال ہوں انہیں بھی وہ پریشان رکھتا ہو، شیو کیا ہوا چہرہ ہو، ٹائی لگی ہوئی ہو، اور وہ ہر معاملے پر ہر بات کئے جائے۔ خواہ اس میں کوئی بات بنتی ہو یا نہ۔ ہر معاملے پر محض بولتا چلا جائے تو وہ دانشور کہلاتا ہے۔ یعنی اس زمانے کا دانشور وہ ہے جو اپنے نظریے، یا اپنے عقیدے کے مطابق اپنا لباس اور حلیہ بھی نہیں رکھ سکتا اور دوسروں کو دانش تقسیم کرتا ہے۔ یہ اس دور کا المیہ ہے۔ ہمارے یہ دانشور کہتے ہیں کہ مولوی ہمیشہ نفاذِ اسلام کی بات کرتا ہے حالانکہ اس دور میں 1400 سال، 1500 سال پہلے کا نظام کیسے نافذ ہو سکتا ہے۔ یہ ہم کو واپس جہالت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ اور مغربی ممالک کو یا مشرقی بعید کے ممالک کو دیکھو وہ ترقی کر رہے ہیں۔ وہ آسودہ حال ہیں وہاں دہشت گردی ہم سے کم ہے وہاں جرائم ہم سے کم ہیں وہ خوشحال لوگ ہیں ہم ان سے مانگ کر کھاتے ہیں۔ بجا ارشاد ہے لیکن ہر بات جو کی جاتی ہے اس کا تھوڑا سا تجزیہ، اندازہ تو کرنا چاہئیے۔ کہ اس کے اسباب کیا ہیں؟ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ یہ جتنے ممالک آپ کو صفِ اول میں سپر پاور اور ترقی یافتہ نظر آتے ہیں ان کی تاریخ کیا ہے؟ چھٹی صدی عیسوی میں یہ کہاں کھڑے تھے؟ بعثتِ عالی ﷺ سے پہلے ان ممالک کی کیا کیفیات تھیں؟ یہ امریکہ، کینیڈا وغیرہ جو آپ کو بہت ترقی یافتہ نظر آتے ہیں انہیں مورخ The wild, wild West لکھتا ہے۔

وحشی، وحشی مغرب، ایک دفعہ wild West نہیں لکھتا۔ بلکہ wild West لکھ کر بتاتا ہے کہ یہ انتہائی وحشی لوگ تھے۔ یورپ جس پہ آج ہر کوئی فریفتہ ہے انہیں اس عہد کا مورخ The cave man لکھتا ہے۔ غاروں میں رہنے والے لوگ۔ انہیں مکان تک بنانا نہیں آتا تھا یہ پہاڑوں میں غاریں بنا کر رہتے تھے۔ یعنی جس تہذیب میں جھونپڑی بنانے کا تصور نہیں ہے اس میں دیگر انسانی اقدار کہاں سے آئیں گی! افریقہ میں انسان، انسانوں کا شکار کر کے کھاتے تھے۔ ساری ایشیائی اور وسط ایشیائی ریاستوں میں لوٹ مار، راہزنی اور قتل و غارت گری کے سواء کوئی طریقہ کار نہ تھا۔ منگولوں کی تاریخ اور اس سے پہلے کی تاریخ پڑھ لیں۔ مشرق بعید کو دیکھ لیں خود برصغیر کو دیکھ لیں انسانوں کو زندہ جلایا جاتا تھا پتھر کے بتوں کے سامنے انسانوں کو ذبح کر کے قربانیاں دی جاتی تھیں۔ کیا تھا دنیا کے پاس؟ وحشت، بربریت اور ظلم وجور کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ بعثتِ عالی ﷺ نے محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ احسان کیا کہ بنی نوع آدم کو انسانیت سکھائی۔ انسانیت کا درس دیا۔ آپ ﷺ اس خطے میں مبعوث ہوئے جہاں بڑی بات یہ ہے کہ دنیا بھر کی ساری برائیاں جمع ہوگئی تھیں۔ عرب چونکہ سفر کرتے تھے اور روئے زمین پر کرتے تھے۔ اردن میں، عمان کے علاقے میں ایک شہر دریافت ہوا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں عالمی منڈی تھا اور مشرق میں چین اور ہندوستان سے لے کر مغرب میں جہاں تک معلوم دنیا تھی وہاں تک کے تمام لوگ جمع ہوتے تھے۔ اتنا بڑا تجارتی میلہ ہوتا تھا۔ تو چونکہ ساری دنیا پر پھرتے تھے تو ہر ملک سے ہر شہر سے وہاں کی برائی لے آئے۔ اور جزیرہ نمائے عرب ایک ایسی جگہ تھی کہ پوری دنیا میں جہاں برائیاں خاص خاص کسی ملک، کسی قوم سے وابستہ تھیں وہ یہاں ساری جمع ہوگئی تھیں۔ جتنے عقیدے دنیا میں تھے وہ بھی یہاں سارے جمع ہوگئے تھے۔ وحشت وبربریت کا مرکز بن گیا تھا۔ کفر و بت پرستی اور شرک کا بھی مرکز بن گیا تھا۔ اللہ نے آقائے نامدار ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اس بوڑھے آسمان نے دیکھا کہ روئے زمین پر بسنے والے سارے انسانوں میں اللہ کا ایک بندہ ﷺ تن تنہا اعلان نبوت فرما رہا ہے۔ توحید باری کی بات کر رہا ہے۔ بتوں کا انکار کر رہا ہے اور بتوں، کفر وشرک کو رد کر رہا ہے۔ یہ آسان کام نہیں تھا۔ قرآنِ کریم کا نزول شروع ہوا اور انسانیت کی راہنمائی قیامت تک کے لئے کی جانے لگی۔

ہمارے چینلوں کو تو اتنی توفیق نہیں ہوئی۔ ہندوستان کے چینل کبھی کبھی اسلامی پروگرام، مسائل، فقہی مسائل بیان کرتے رہتے ہیں مثلاً اب حج ہے تو 'حج کے مسائل' پر پروگرام کرتے رہتے ہیں، علماء کی تقاریر ہوتی ہیں تو ہندوستان کے رہنے والے مولانا وحید الدین خان مسائل بیان فرما رہے تھے انہوں نے بڑی خوبصورت بات کی۔ "کیسی عجیب بات ہے کہ گزشتہ ادوار میں افلاس بھی تھا، وسائل رزق میں بھی اتنی وسعت نہ تھی، ذرائع مواصلات بھی محدود تھے، نہ ٹیلی فون تھا نہ موبائل فون۔ اب تو مسجد میں بھی ٹیلی فون بج رہے ہیں۔ یہ نہیں تھے تو بھی لوگوں کا گزارہ ہوتا تھا اور آج یہ حال ہے کہ اگر تحصیل دار کے دفتر میں جائیں تو فون کو بند کر کے جاتے ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں آئیں تو اسے ON رکھ کر لاتے ہیں کہ "اللہ نے کیا بگاڑنا ہے"۔

اس قوم کی آوارگی کی کوئی حد نہیں ہے تو بہر حال وہ فرما رہے تھے کہ

دورِ صحابہؓ میں وسائل اور ذرائع نہیں تھے۔ لوگ پیدل آتے تھے۔ کسی کو گھوڑا مل گیا، کوئی دبلی اور کمزور اونٹنیوں پر آ گیا۔ اور ایک نظر بیت اللہ شریف کو دیکھ لیا۔ ایک نظر رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا۔ اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد سن لیا تو اس طرح کے کلمہ شکر ادا کرتے تھے کہ فرشتے دوڑتے تھے ان کلمات کو لینے کے لئے۔ اور آج دنیا بھر کی سہولتیں ہمیں میسر ہیں۔ شکر تو کیا کرنا ہے ہمیں ارشادتِ پیغمبر ﷺ کے سننے کے لئے فرصت ہی نہیں۔ ہمارے پاس سننے کے لئے اب ہمارے موبائل کافی ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات سننے کے لئے کسی کے پاس فرصت نہیں ہے۔ تو ان لوگوں کو اللہ نے وہ جذبہ دیا۔

''جتنے ذرے سامنے آئے ستارے ہو گئے''

صحابہؓ کو وہ برکات نصیب ہوئیں کہ انہوں نے بھی ماننے کا حق ادا کر دیا۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور کیسی عجیب بات ہے کہ تقریباً 23 برسوں میں قرآنِ کریم کا نزول مکمل ہوا۔ جب مکمل ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے تو اپنی ذمہ داری نبھاہ کر، پیغام دے کر دنیا سے پردہ فرما گئے۔ لیکن حضور ﷺ مبعوث تو انسانیت کے لئے ہوئے تھے اور اسلامی ریاست تو جزیرہ نمائے عرب پر تھی۔

چند حکمرانوں کو حضور اکرم ﷺ کے خطوط مبارک ملے۔ باقی روئے زمین پر تو اسلام پہنچانا باقی تھا۔ لیکن وہ متبعینؓ اتنے مخلص، اتنے کھرے، اتنے خدارسیدہ تھے کہ وصالِ نبوی ﷺ کے بعد انہوںؓ نے آپ ﷺ کے پیغام کو جانفشانی سے آگے پہنچایا۔ اللہ کریم نے نبی کریم ﷺ کو معبوث فرمایا۔ اپنا کلام عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے کلامِ الٰہی صحابہ کرامؓ کو پہنچا کر باقی مخلوق کو پہنچانے کا فریضہ صحابہ کرامؓ کے سپرد کر دیا۔ اور حضور ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ انہوں نے اسے پہنچانے کا حق ادا کر دیا کہ 23 برسوں میں نزولِ قرآن ہوا تو تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں۔ اگلے 23 برسوں میں ہسپانیہ سے ہندوستان اور چین تک اور سائبیریا سے افریقہ تک انہوں نے نہ صرف پیغام پہنچایا اسلامی ریاست قائم کر دی۔ مسلمانی تو اسے کہتے ہیں۔ آج ہم کہتے ہیں مغرب ترقی یافتہ ہے۔ میری بات غور سے سن لو۔ ہر چیز کے دو اثر ہوتے ہیں۔ ایک لقمہ کھانا ہم کھاتے ہیں ایک گھونٹ پانی پیتے ہیں۔ اس کے بھی دو اثر ہیں۔ ایک وہ جو دنیا میں ملتا ہے۔ پیاس بجھے گی، اچھا لگے گا، ٹھنڈ پڑے گی۔ ایک وہ جو آخرت میں جب مالک پوچھے گا کہ پانی تو میری نعمت تھی۔ میرا شکر بھی ادا کیا کہ نہیں۔ جو اثر دنیا میں ہوتا ہے اس میں کافر اور مسلم کی تمیز نہیں ہے۔ کافر کو ٹھنڈا پانی دو اسے بھی اچھا لگے گا، پیاس بجھے گی۔ جو سوال قیامت کو ہوگا اس میں ایمان اور کفر میں بڑا فاصلہ ہے۔ یہ جتنے ممالک جنہیں آج آپ ترقی یافتہ کہتے ہیں یہ تو تہذیب سے بے انتہا دوری پر تھے۔ جب انہوں نے غلبہ اسلام دیکھا تو انہوں نے یہ سوچنا شروع کر دیا۔ انہوں نے نبوت پر، توحید پر غور نہیں کیا۔ انہوں نے ظاہری اعمال کو دیکھنا شروع کر دیا کہ اس قوم کے کون سے اعمال ہیں کہ دنیا پہ غالب آ گئے۔ وہ انہوں نے چُن چُن کر نکالے۔ یہ تجارت میں دیانتدار ہیں۔ یہ وعدے کی پاسداری کرتے ہیں۔ یہ چیزیں انہوں نے چُن چُن کر نکال لیں اور وہ اپنانا شروع کیں۔ بغداد میں جب پختہ سڑکیں اور گلیاں تھیں پیرس کے

بازاروں میں گھٹنوں گھٹنوں کیچڑ ہوا کرتا تھا۔ یہ تاریخ ہے۔ ان اقوام نے جہاں جہاں اتباعِ رسول اللہ ﷺ اپنایا وہاں وہ دنیاوی اعتبار سے آگے نکل گئے۔ وہ ایمان نہیں لائے اس لئے آخرت ان کی نہیں ہے۔ لیکن دنیاوی اعتبار سے آگے نکل گئے۔ اور ہم نے جہاں جہاں اتباعِ رسالت ﷺ کو چھوڑا وہاں وہاں ذلیل ہو گئے۔

آج آپ مثال کے طور پر ایک بات دیکھ لیں آپ کا دوکاندار چیز دیتا ہے، ایک رسید دیتا ہے، اسے الٹ کر دیکھیں پیچھے لکھا ہوا ہے خریدی ہوئی چیز واپس نہیں ہوگی۔ چلو جان چھوٹی۔ آپ اہلِ مغرب سے کوئی چیز خریدتے ہیں۔ وہاں چیزیں سامنے لگی ہوتی ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں، پسند کرتے ہیں کہ مجھے یہ کوٹ چاہیئے، یہ جوتا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں یہ یہاں پڑا رہنے دیں ہم آپ کو پیک دیتے ہیں۔ وہ پیک جو ہوتا ہے، ڈبے میں وہ دے دیتے ہیں۔ آپ نے گھر جا کر کھولا، دیکھا کہ اس کا تو بٹن غلط لگا ہوا ہے، یہ کوٹ یہاں سے پھٹا ہوا ہے، یہاں سے کافی خراب ہے، آپ دکان پر فون کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ جی ہماری ذمہ داری ہے۔ ہمارا بندہ آ رہا ہے۔ دوسرا کوٹ یا دوسرا جوتا لا رہا ہے۔ وہ آپ کو دے کر پہلے والا واپس لے آئے گا۔ ہر شعبے میں ان میں اور ہم میں اتنا فرق ہے۔ وہ تو دنیا کے بدترین وحشی لوگ تھے۔ انہوں نے کہاں سے سیکھا۔ کیا ظہورِ اسلام سے پہلے ان کے پاس کوئی ایسی بات تھی؟ انہوں نے اسلام سے سیکھا۔ تو بھئی جہاں جہاں وہ وہ ضابطے اختیار کریں گے جو حضور اکرم ﷺ نے بتائے۔ وہاں وہ سرفراز ہوں گے۔ ہم اختیار کریں تو ہمارے پاس دہری قوت ہے کہ ایمان بھی ہے اور اطاعت بھی ہے۔ تو جو ترقی دنیاوی اعتبار سے ہم کر سکتے ہیں وہ ہم نہیں کر رہے اس لئے کہ ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہمارا ایمان کہنے کو تو ہے لیکن اس میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ ہم سے عمل کرا سکے۔

سو میاں! جسے آپ تصوف کہتے ہیں یہ دین کی روح ہے۔ شریعت اور طریقت الگ الگ نہیں ہیں۔ تصوف اور شریعت دو شعبے نہیں ہیں۔ تصوف نام ہے شریعت کے عقائد و اعمال پر دل کی گہرائی سے عمل کرنے کا۔ اور ہم جب بھی بات کرتے ہیں تو اس دور کی ایک خصوصیت ہے کہ ہر بندہ دوسرے کو جانچتا ہے۔ اپنا خیال نہیں کرتا۔ فلاں یہ کر رہا ہے، فلاں وہ کر رہا ہے، اس میں یہ غلطی ہے، اس میں وہ۔ کیا آپ نے فلاں کا جواب دینا ہے؟ جواب اپنا دینا ہے۔ جانچتے فلاں کو پھرتے ہو تو کیا فائدہ ہوگا؟ اپنے آپ کو جانچنا چاہیئے۔ اپنے آپ کو دیکھو کہ میں عمل کتنا کر رہا ہوں اور جو کر رہا ہوں اس میں خلوص کتنا ہے؟ اور اس میں اگر ہم کوتاہی کریں گے تو جواب دہی ہمیں ہی کرنا ہوگی کیونکہ فریضۂ رسالت ادا کرنے کا حق ادا کر دیا اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے۔ اور جب بزرگوں کے ذمے آگے پہنچانا حضور ﷺ نے لگایا تھا۔ انہوں نے بھی حد کر دی۔ وہ زمانہ جہازوں کا، ریلوں کا، گاڑیوں کا نہیں تھا۔ لیکن عرب کے صحرا نشین گھوڑوں کی پیٹھوں پر افغانستان سے گزر کر جن درّوں سے چین داخل ہوئے۔ وہ درّہ 18 ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ صحرائے عرب کے رہنے والے افغانستان کو فتح کرنے کے بعد جب چین میں داخل ہوئے تو جس درّے سے داخل ہوئے وہ 18000 فٹ کی بلندی پر ہے۔ اور آج بھی جب لوگ وہاں سے گرمیوں میں بھی

گزرتے ہیں وہاں گرمیوں میں برف پگھلتی نہیں۔ ایک عجیب مصیبت بن جاتی ہے۔ سینکڑوں فٹ برف ہے۔ اور اس میں دراڑیں آجاتی ہیں۔ اور دن کو بخارات اٹھتے ہیں۔ رات ٹھنڈی ہوتی ہے تو وہ برف بن کر جم جاتی ہے تو اس پر پتلی سی تہہ برف کی جم جاتی ہے۔ پتہ نہیں چلتا کہ کہاں دراڑ ہے۔ اگر اس پر پاؤں آ گیا وہ پتلی سی برف ہوتی ہے ٹوٹ جاتی ہے۔ آدمی سینکڑوں فٹ نیچے چلا جاتا ہے۔ لاشیں بھی نہیں ملتیں۔ آج بھی گرمیوں میں لوگ وہاں سے گزرتے ہیں تو دو چار جانور آگے لگا لیتے ہیں کہ کہیں وہ دراڑ ہو، برف ٹوٹے تو جانور گرے اور بندے بچ جائیں۔ وہاں سے عرب کے صحرانشین گھوڑوں پر گزر گئے۔ اس پیغام کو لے کر جو محمد رسول اللہ ﷺ نے انہیں پہنچانے کے لئے دیا تھا۔ اور میں نے یہ تاریخ پڑھی ہے کہ مغرب سے داخل ہوئے اور مشرقی ساحل پر چین تک گئے۔ میرے پاس اس مسجد اور ان مزارات کی تصاویر موجود ہیں جو صحابہؓ کے مزارات ہیں۔ اور جو مسجد انہوں نے وہاں بنائی تھی۔ اس کے اب کچھ کھنڈر سے، کچھ دیواریں، کچھ ستون کھڑے ہیں۔ یعنی پورا چین وہ روند کر مشرقی کنارے تک سمندر تک پہنچ گئے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا پیغام پہنچانے کے لئے۔ انہوں نے بھی حق ادا کر دیا۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ آج ہم مکہ مکرمہ جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ جاتے ہیں تو حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چالیس ہزار تو عمومی تعداد بیان کرتے ہیں۔ اصحابِ سیرت کہ 140,000 صحابہؓ موجود تھے۔ 140,000 تو میدانِ عرفات میں تھے۔ جو نہیں پہنچ سکے وہ کتنے تھے؟ بیویاں، بچے، بوڑھے، جوان تو اس طرح سے اندازہ اگر ہم لگائیں تو کم از کم پانچ چھ لاکھ تعداد بن جاتی ہے۔ یہ پانچ چھ لاکھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں تھے۔ ان کی قبریں کہاں ہیں؟ مکہ مکرمہ میں تو اتنی قبریں نظر نہیں آتیں۔ مدینہ منورہ میں بھی جنت البقیع ہے اور اس میں بھی صحابہؓ کی قبریں بھی اتنی نظر نہیں آتیں۔ یہ لوگ پوری دنیا میں پھیل گئے۔ سری لنکا سے لے کر چین کے شمال تک اور ہسپانیہ سے گزر کر امریکہ پر بھی مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ مغربی امریکہ میں اب بھی شہروں، صوبوں اور قصبوں کے نام اسلامی ہیں اور عربی میں ہیں۔ میں نے سارا پھر کر دیکھا ہے۔ صحابہؓ ہندوستان میں دفن ہیں۔ برصغیر میں دفن ہیں، چین میں دفن ہیں، سری لنکا میں دفن ہیں، ہسپانیہ میں دفن ہیں، قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے وہ لوگ دفن ہیں جن کے گھر حضور اکرم ﷺ نے قیام فرمایا تھا۔ یعنی حضرت ابوایوب انصاریؓ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "**بلغو اعنّی ولوآیۃ**" "میرا پیغام تمہاری ذمہ داری ہے۔ میری طرف سے پہنچاؤ۔ یہ لے کر وہ اس طرح پھیلے کہ وہ لاکھوں قبریں ہمیں مکہ اور مدینہ میں نظر نہیں آتیں۔ اللہ کریم کی بات ہے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ حدیث میں ہے کہ **من مات بمکتہ فقد مات فی السماء الدنیا او کما قال رسول اللہ** ﷺ "جو مکہ میں فوت ہو وہ یوں ہے جیسے وہ آسمان دنیا پہ جا کر فوت ہوا"۔ یہ جانثارانؓ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر، مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کا پڑوس بھی ہے۔ جنت البقیع ہے۔ قبرستان کا نام ہی جنت ہے۔ مکہ مکرمہ میں قبرستان کا نام ہی جنت المعلیٰ ہے۔ دونوں قبرستانوں کا نام جنت ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے

رکھا۔ پھر اس میں کوئی شک ہے؟ لیکن یہ لوگ ان قبرستانوں میں نہیں ملتے۔ کوئی کسی صحرا میں ہے، کوئی کسی جنگل میں ہے، کوئی کسی ویرانے میں ہے، کوئی کسی ملک میں ہے، تو کوئی کسی ملک میں۔ یہ لوگ پوری دنیا میں پھیل گئے۔ آج آپ حج پہ جاتے ہیں تو آپ کو لاکھوں قبریں صحابہؓ کی ملتی ہیں۔ روئے زمین پر دفن ہیں۔ چین کے شمالی صحرا سے چند سال پہلے۔ دس سال پہلے کی بات ہے کہ کچھ وجود ملے جو بالکل سلامت تھے اور چین کی حکومت نے یہ کہا کے یہ ریتلا علاقہ ہے اور اس کی جسم کی تراوت ریت نے جذب کر لی اور جسم خراب نہیں ہوئے۔ لیکن کیا اس ریتلے علاقے میں وہ صرف دس بارہ جسم ہی دفن ہوئے تھے؟ اور صدیوں میں کوئی دفن نہیں ہوا؟ باقیوں کو اس ریتلے علاقے نے محفوظ رکھا؟ یہ یقیناً ان لوگوں کے وجود تھے جو دنیا سے گزر تو گئے لیکن مرے نہیں ۔ یہ شہدا کے وجود تھے، یہ شہید تھے سارے لوگ۔ راہِ حق میں جانیں دیں اور روئے زمین پر بکھر دیں۔ آج ہمارے پاس تو گھر سے مسجد تک جانے کی فرصت نہیں ہے کہ ہم مصروف ہیں۔ کیا ان کے گھر نہیں تھے؟ ان کے ماں، باپ، بہن، بھائی نہیں تھے؟ ان کے بیوی بچے نہیں تھے؟ ان کی ضروریات نہیں تھیں؟ یہ ہے معیار **اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ** کا۔ اور اگر اس میں کمی آ گئی تو کون سا تصوف۔ تصوف سے مراد تو یہ ہے کہ جو عمل ہم اللہ کی اطاعت کے لئے کرتے ہیں اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے لئے کرتے ہیں اس میں مزید خلوص اور گہرائی آ جائے۔ وہ کون سا تصوف ہے جو اطاعت ہی چھڑوا دے۔ تصوف سے مراد ہے کہ عظمتِ الٰہی کا ادراک ہو۔ اپنی بے مائیگی اور کم مائیگی کا احساس ہو کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ سب کچھ وہی ہے۔ اللہ کریم کا احسان ہے۔ ایک نظام ہے رب العالمین کا وہ ہر چیز میں توازن رکھتا ہے۔ Scientifically ہر کوئی جانتا ہے کہ جب تک چیزوں میں توازن رہتا ہے، اشیاء قائم رہتی ہیں۔ توازن بگڑتا ہے تو ختم ہو جاتی ہیں۔ ہوا کا نظام قائم ہے۔ سورج کا نظام، روشنی کا نظام، چاند، ستارے ہیں، نباتات ہیں، جمادات ہیں، حیوانات ہیں۔ سب میں ایک توازن ہے۔ فضاء میں ایک توازن ہے۔ زمین میں ایک توازن ہے۔ توازن بگڑتا ہے تو ہر چیز تباہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نیکی اور بدی میں بھی ایک توازن ہے جو قدرت قائم رکھتی ہے۔ جب برائی زمانے میں حد سے بڑھی تو محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے۔ اب ایک ایسا سورج تھا کہ زمانے بھر کے اندھیروں کو شکست دینے کے لئے کافی تھا۔ صحابہؓ، اولیائے اُمت اور اسی طرح ہر عہد میں جب برائی بڑھتی ہے تو کچھ لوگوں کو اللہ مزید نیکی کی توفیق عطا کر دیتا ہے۔ کچھ لوگوں کے اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ حالات Balance رہتے ہیں۔ دنیا تباہی سے بچ جاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حضور اکرم ﷺ قیامت کب قائم ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا 'حتیٰ لایقال اللہ' اللہ جب اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ قیامت آجائے گی۔ توازن بگڑ جائے گا۔ نیکی ختم ہو جائے گی، برائی برائی رہ جائے گی، جب توازن خراب ہوگا، ہر چیز تباہ ہو جائے گی۔ قیامت قائم ہوگی۔ تو اللہ کریم زمانے میں، دنیا میں، لوگوں میں، افراد میں، جب برائی

بڑھتی ہے کچھ لوگوں کو اپنی یاد کی، اپنے ذکر کی، تلاوت کی، عبادت کی، اطاعت کی توفیق بھی عطا کر دیتا ہے۔ مزید خلوص عطا کر دیتا ہے۔ خلوص ایک ایسی کیفیت ہے کہ ایک لاکھ بندہ بغیر خلوص کے سجدہ کرتا ہے تو ان میں کوئی ایک خلوص سے کرتا ہے تو وہ ایک اس ایک لاکھ پر بھاری ہے۔ لاکھوں بندے گناہ کرتے ہیں۔ کوئی ایک پُر خلوص بندہ سجدہ میں ہوتا ہے تو وہ لاکھوں کروڑوں کے گناہ سے جو ظلمت پیدا ہوتی ہے، اس پہ وہ نور حاوی آجاتا ہے۔ اور جو ایک مخلص بندے کے سجود سے ہوتا ہے تو یوں کائنات کا نظام Balance رہتا ہے۔ میرا اور آپ کا کوئی کمال نہیں ہے۔ ہم اللہ اللہ کرتے ہیں یہ اس کی عطا ہے کہ نظام کو تو اس نے Balance رکھنا ہے۔ جب تک دنیا اس نے قائم رکھنی ہے۔ اس کا اپنا قاعدہ ہے وہ اپنے قواعد کے مطابق اسے رکھے گا۔ کسی نہ کسی پر عطا کرے گا۔ جو خلوص سے اس کا نام لیتا رہے گا۔ اگر ان میں اس نے ہمیں شامل کر لیا تو یہ اس کا احسان ہے۔ ہمارا کمال نہیں ہے۔ اس پر فخر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پہ شکر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ عطا اس کی ہے۔ ورنہ عمومی طور پر تو اللہ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ جب کوئی قوم بگڑتی ہے تو اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ (سورہ الانعام آیت نمبر 65) میں انہیں گروہوں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ پھر وہ ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ ایک دوسرے کو برائی کا مزہ چکھاتے ہیں۔ ہماری حالت وہاں پہنچ چکی ہے۔ قومی اور ملکی اعتبار سے کہ ہم مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی جان لینے کے درپے ہیں۔ اور لڑ رہے ہیں۔ اور یہ عذابِ الٰہی ہے۔ عذابِ الٰہی سترھویں ترمیم ختم کرنے سے نہیں اُٹھتا۔ عذابِ الٰہی B-58-2 ختم کرنے سے نہیں اٹھنا، عذابِ الٰہی فوجی ایکشن سے نہیں اُٹھنا، عذابِ الٰہی اٹھنا ہے تو یہ سے اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے سے۔ آج بھی ہم عہد کریں، توبہ کرلیں، اصلاحِ احوال کرلیں، تو عذاب اٹھ سکتا ہے۔ ایک دوسری مصیبت یہ ہے۔ اور یہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہم دوسروں کے لئے تجویز کرتے ہیں۔ اللہ کرے۔ ہم سب یہ عہد تو کریں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں گا اور خلوص دل سے کروں گا۔ دوسروں پہ تو ہمارا اختیار نہیں ہے۔ رائے دے سکتے ہیں۔ بات پہنچا سکتے ہیں۔ لیکن یہ اپنا ساڑھے چار ہاتھ کا وجود جو ہے۔ یہ ہمارے سپرد اللہ نے کیا ہے۔ اور یاد رکھیں ہر بندے کا قد ساڑھے چار ہاتھ ہوتا ہے۔ اس کے اپنے ہاتھ کے اعتبار سے ہر بندہ ساڑھے چار ہاتھ لمبا ہوتا ہے۔ تو یہ ساڑھے چار ہاتھ کا وجود جو ہے اس پر تو اسلام نافذ کریں۔ یہ بھی تو پاکستان کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ انہیں افراد سے مل کر پاکستان بنتا ہے۔ تو پھر پوری ہمت کرو۔ مرد و خواتین، پورے خلوص سے دامانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ جاؤ اور دیکھو غلبہ اسلام، قیام امن کیسی عجیب بات ہے۔ پوری دنیا پہ انتہائی مظالم ہو رہے تھے۔ اسلام اس طرح سے پھیلا کہ کہیں کسی بچی کی چیخ سنائی نہیں دیتی تھی۔ کہیں کسی بے بس کے آنسو دکھائی نہیں دیتے تھے۔ کہیں بوڑھے کی کراہ سنائی نہیں دیتی تھی۔ جہاں انتہائی مظالم ہوتے تھے وہاں عدل اور انصاف اور امن قائم ہوتا چلا گیا۔ یہ سلامتی اسلام میں ہی ہے۔ ہمارے ہاں سبب کی

نشان دہی کوئی نہیں کرتا۔ انگریز نے یہ ملک فتح کیا بدمعاشی سے کیا، دھوکے سے کیا، چوری سے کیا، وہ الگ بحث ہے۔ فتح تو کرلیا۔ برصغیر کے رہنے والے سارے لوگ وہ ہندو تھے یا مسلمان اس نے غلام بنالئے۔ اس نے غلاموں کے لئے ایک نیا نظام بنایا۔ جسے ہم کبھی Colonial System کہتے ہیں، کبھی Slavery System کہتے ہیں۔ غلام جو ہوتا ہے اس کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اسے صرف زندہ رہنا ہے۔ جو حکم ملے وہ بجالانا ہے۔ ملازم (servant) اور slave میں فرق ہے۔ ملازم کے اوقاتِ کار ہوتے ہیں۔ ڈیوٹی ہوتی ہے۔ تنخواہ ہوتی ہے۔ اس کے حقوق ہوتے ہیں۔ دھوبی سے کہیں کہ وہ مالی کا کام کرے۔ وہ کہے گا کہ کپڑے دھلالو۔ مجھ سے نہیں ہوتا۔ مالی سے کہیں کپڑے دھودے وہ کہتا ہے gardening کرلوں گا۔ مجھ سے کپڑے نہیں دھلتے۔ کیونکہ وہ servant ہیں۔ وہ ملازم ہیں۔ غلام جو ہوتا ہے اسے جو کام کہو وہی کرتا ہے۔ اسے کھانا ہے زندہ رہنے کے لئے اور تن ڈھانپنا ہے۔ اس سے زیادہ اس کے حقوق نہیں ہوتے۔ یہاں نظام بنایا گیا غلاموں کے لئے۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ کام، محنت پورا برصغیر کرتا تھا۔ جو حاصل ہوتا تھا وہ تاج برطانیہ کو جاتا تھا۔ محنت غلام کرتے تھے فائدہ بادشاہ اٹھاتے تھے، حکمران قوم اٹھاتی تھی۔ آزاد ہوگیا پاکستان۔ چلو اللہ کرے ہوجائے۔ یہ آزادی کیا ہوئی؟ انگریز چلے گئے اور چند مقامی خاندان جو انگریز کے وفادار تھے ہماری باگ دوڑ ان کے ہاتھ میں دے گیا۔ 63 برس ہونے کو آئے ہیں۔ وہی غلامانہ نظام انہوں نے ہم پر مسلط کررکھا ہے۔ محنت ہر شہری کرتا ہے۔ موج وہ کرتے ہیں۔ جو ایوانِ سلطنت میں بیٹھے ہیں۔ پھر انگریز یہ کہتا تھا کہ تم غلام ہو۔ خبردار اپنی حیثیت پہچان کررکھو۔ ہم سکول میں پڑھتے تھے۔ مڈل میں تو ہم سے انگریزی میں درخواستیں لکھوائی جاتی تھیں کہ چھٹی کی درخواست لکھو۔ نیچے لکھا ہوتا تھا "Yours obedient servant" یہ ہمیں خاص طور پر سمجھایا جاتا تھا کہ تم نے لکھنا ہے Yours obedient servant ابھی تک ہم وہی لکھتے جارہے ہیں۔ وہی کالونیل سسٹم Colonial System ہے۔ وہی غلامانہ نظام ہے ہم غلام ہیں۔ چند لوگ آقا ہیں۔ چند خاندان آقا ہیں۔ ملک کا ایک فیصد یا اس سے بھی کم۔ وہ لوگ جو اوپر بیٹھے ہیں یا کوئی حادثاتی طور پر ایک آدھ ان میں شامل ہوگیا۔ ان میں اہلیت ہے۔ ان کی بیواؤں میں بھی اہلیت ہے۔ ان کی نوجوان بچیوں میں بھی اہلیت ہے۔ ان کے بچوں میں بھی۔ ان کے میٹرک فیل بھی وزیر بن جاتے ہیں۔ وہ سب خاندانی By birth اہلیت لے کر پیدا ہوتا ہے۔ ہمیں یہ باور کرایا جاتا ہے کہ ہم سے کام بھی نہیں ہوتا اس لئے ہمیں تو دھکے مل رہے ہیں۔ ساتھ ہر سال کہہ دیتے ہیں کہ جشنِ آزادی مناؤ۔ اس سے لوگوں میں وہ آرزو پیدا ہوجاتی ہے کہ ہم آزاد ہیں، ہمارے بچے کو بھی تعلیم ملنی چاہئے۔ ہمارے بیمار کا بھی علاج ہونا چاہئے۔ ہمارا یہ بھی ہو، ہمارا وہ بھی ہو۔ ہمیں چینی نہیں ملتی۔ ہمیں آٹا نہیں ملتا۔ یہاں آٹا نہیں ملتا تو کھل کھاؤ تم تو غلام ہو۔ بھوسہ کھاؤ، پیٹ بھرنا ہے، زندہ رہنا ہے، گھاس کھالو، گزارا کرلو۔ غلام ہو تم۔ کہاں چینی چینی کرتے پھرتے ہو۔ یہ کیوں ہے؟ ہم پہ یہ عذاب اس لئے

ہے کہ ہم نے اپنے اللہ اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وفا نہیں کی۔ اسکا نتیجہ ہم اس خانہ جنگی کی صورت میں بھگت رہے ہیں۔ نہیں یہ بہت بُری بات ہے۔ دہشت گردی بُری چیز ہے لیکن کیا دہشت گردی ہی بُری ہے اور دہشت گردی کا بیج بونا بُری بات نہیں ہے؟ یعنی دہشت گردی تو بُری ہے وہ اسباب پیدا کرنا جن کا نتیجہ دہشت گردی ہے وہ دہشت گردی کے بیج نہیں بوئے جا رہے۔ کیا وہ بُرے نہیں ہیں؟ ہمارے حکمران اسلام سے ڈرتے ہیں۔ زندگی میں اسلام کو عمل دخل نہیں دینا چاہئے۔ صرف مر جائیں تو اسلام میں گھستے ہیں۔ تم کہو ہم شہید ہیں۔ ہمارے کہنے سے تھوڑے شہید ہوں گے وہ تو رب جانے اور تم جانو۔ یعنی مرنے کے بعد سب کو شہادت کی ضرورت ہے کہ ہمارے نام کے ساتھ شہید لکھو۔ زندگی میں وہ اسلام کو ماننے کو تیار نہیں۔ اے مسلمانو! اتنا تو مان لو کہ جتنے حقوق لوگوں کو کافروں نے مسلمانوں سے لے کر دیئے ہیں مسلمانوں سے سیکھ کر دیئے ہیں۔ امریکہ میں، کینیڈا میں، برطانیہ میں، سکنڈے نیویا میں جتنے حقوق شہریوں کو انہوں نے دیئے ہیں وہ مسلمانوں سے سیکھ کر دیئے ہیں اتنے تو دے دو۔ آخرت نہ سہی لوگوں کی دنیا تو بن جائے۔ آخرت تو ایمان سے بنے گی۔ دنیا تو ان کی بھی سنور گئی۔ کم از کم اتنا تو یہاں بھی کرلو۔ تو بہر حال یہ تو قومی، ملکی باتیں ہیں۔ یقیناً میرے مخاطب آپ ہیں اور میرے مخاطب وہ لوگ ہیں جو طالب ہیں تصوف کے، تزکیے کے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ معراج تصوف یہ ہے کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع پورے خلوص دل سے کریں

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

الحمد للہ، الحمدللہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ اللھم ربنا لا تقتلنا بغضبك ولا تھلكنا بعذابك واعف عنا قبلك ذٰلك۔ اللھم ربنا لاتسلط علینا من لا یرحمنا انت ولینا فی سفرنا وحضرنا وفی مالنا واھلنا انت ولینافی الدنیا والاخرۃ۔ توفنا مسلمین والحقنا باالصلحین۔ اللھم ربنا سھلنا امورنا كلھا فی دیننا ودنیانا۔ رب یسر۔ رب یسر۔ رب یسر ولا تعسر واتمم بالخیر

اللہ کریم رحمت کی بارش نازل فرما۔ اللہ کریم اس ملک کو ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھ اور اس پر عدل اور انصاف قائم فرما۔ ہمیں توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللہ کریم ہم پر یہ عذابِ خانہ جنگی کا مسلط ہے اسے ختم فرما اور ہمیں محبت اور عشق عطا فرما ہمیں دین اور اتباعِ رسالت پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَ اغْفِرْ لَنَا ۥ وَ ارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتك یاارحم الرحمین

خوشخبری

حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب و حکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرّم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹرو کیئر
Cholestro Care
Rs.300
کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے

پین گو
Pain Go
Rs.100
ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے

ہیر گارڈ آئل
Hair guard Oil
Rs.500
بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

Cough Ez
Rs.30
کھانسی کیلئے گولیاں

ملنے کا پتہ:- دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال فون 0543-562200

17-اویسیہ ٹاؤن شپ، لاہور فون 042-5182727

ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت

امیر محمد اکرم اعوان 25-09-2009 دارالعرفان منارہ، چکوال

قُلْ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ
مِّنْ رَّبِّکُمْ ؕ وَ لَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ طُغْیَانًا وَّ کُفْرًا ۚ فَلَا
تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَ الصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی
مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ
اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمْ رُسُلًا ؕ کُلَّمَا جَآءَھُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَھْوٰٓی
اَنْفُسُھُمْ ۙ فَرِیْقًا کَذَّبُوْا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ
تَابَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا کَثِیْرٌ مِّنْھُمْ ؕ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لَقَدْ کَفَرَ
الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا
اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا
لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ
وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ یَنْتَھُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾

ان آیات کا مبارکہ کا بامحاورہ ترجمہ یہ ہے کہ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں تمہاری دلیل ایک ہی کہ اللہ کی کتاب پر عمل کرو حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ ؕ اور اللہ کی جو کتابیں تم پر نازل ہوئی ہیں ان پر قائم ہو جاؤ اپنے نبی پر اترنے والی کتاب پر عمل کرو۔ اگر تمہاری بات اس کتاب کے ہی خلاف ہے جو تم پر نازل ہوئی تو پھر تمہارے پاس کون سی دلیل ہے؟ اور جب تم اپنی کتابوں کو ہی نہیں مانتے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے وَ لَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ طُغْیَانًا وَّ کُفْرًا ۚ کہ آپ ﷺ پر اللہ کی طرف سے جو پیغام نازل ہوتا ہے اس کی وجہ سے یہ لوگ کفر

اور بغاوت میں اور بڑھ جاتے ہیں انکار میں مزید آگے چلے جاتے ہیں تو آپ ﷺ ایسے لوگوں کے لئے غم نہ کھایا کریں۔

اصول یہ ہے کہ جو لوگ یقینی طور پر ایمان لے آئیں اور ایمان لانے سے پہلے وہ یہودی ہوں، بے دین ہوں، نصاریٰ ہوں، کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، جو کوئی اللہ پر، آخرت پر ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے اللہ اسے قبول فرمالے گا اسے کوئی خوف خطرہ اور دکھ نہیں ہوگا۔

یہودی و نصاریٰ تو ایسے ہو کہ ہم نے بنی اسرائیل سے بڑے وعدے لئے اور پھر جب ان کے پاس رسولؑ بھیجے تو یہ اپنی خواہشات نفس پر اس طرح جمے ہوئے تھے کہ جب رسولوں کی تعلیم کو اپنی خواہشات نفس کے خلاف دیکھا تو کچھ کی تکذیب کی اور کچھ رسولوں کو تو انہوں نے شہید ہی کر دیا پھر ان اعمال کے بعد یہ امید کرتے تھے کہ ان پر اللہ کی گرفت نہیں آئے گی۔ ہدایات الٰہی کی طرف سے یہ بالکل اندھے اور بہرے بن گئے اور بے تحاشا ظلم کرتے رہے۔ اللہ کریم نے پھر بھی ان کیساتھ رعایت فرمائی انہوں نے اس رعایت کا بھی فائدہ نہ اٹھایا اندھے اور بہرے بن کر بغاوت میں آگے ہی بڑھتے رہے اور یہ بھول گئے کہ اللہ کریم ہر کام کو خود ملاحظہ فرما رہا ہے۔

یہود و نصاریٰ نے اور خصوصاً یہودیوں نے حضور ﷺ کی بعثت سے لیکر آج تک یہ بیڑا اٹھایا ہوا ہے کہ ہر قدم پر اسلام کی مخالفت کرنی ہے۔ ظہور اسلام کے وقت مشرکین مکہ انہی یہودیوں کے پاس یثرب جاتے اور یہ انہیں حضور ﷺ پر اعتراضات سکھا کر مکہ بھیجتے۔ عہد جاہلیت میں مدینہ منورہ کا نام یثرب تھا اور یہ اچھا نام نہیں ہے یثرب سے مراد ہے تکلیف دہ جگہ اس زمانے میں یہاں ایک خاص قسم کی مکھی ہوتی تھی جس کے کاٹنے سے بخار ہو جاتا تھا تو جو بھی وہاں جاتا وہ بیمار ہو جاتا اس بناء پر یثرب تکلیف دہ آبادی کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا آپ ﷺ کی مدینہ آمد نے مدینہ کو مدینۃ النبی ﷺ بنا دیا مدینہ منورہ بنا دیا ہے اور حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہ کیفیت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی اور مدینہ منورہ ذات نبی علیہ السلام کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔

فرمایا: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ

ان سے کہئے تمہارے پاس کیا دلیل ہے تم کس دلیل سے بات کرتے ہو۔ تمہارے پاس تورات ہے، انجیل ہے، اگر تم اس کتاب کے مطابق بات کرو تو اس میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کی پیشن گوئی موجود ہے پھر تمہیں حضور ﷺ کو اللہ کا رسول ماننا چاہئے اور اگر تم اللہ کی اس کتاب کو بھی تسلیم نہیں کرتے جو تمہارے پاس ہے تو پھر تمہارے پاس اپنے رویے اور اپنے عمل کی کوئی دلیل نہیں ہے پھر تو تم محض بحث برائے بحث کر رہے ہو ورنہ کتاب الٰہی پر ایمان لانے، نبیؐ پر ایمان لانے کی خصوصیت ہی یہ ہوتی ہے کہ جس کو کوئی شمہ برکات کا نصیب ہو جائے اسے نور ایمان نصیب ہو جاتا ہے معرفتِ الٰہی اور قربِ الٰہی نصیب ہو جاتا ہے لیکن جب کوئی جان بوجھ کر ضد کر کے انکار کرتا ہے تو وہ انکار اسے گمراہی اور بغاوت میں اور بڑھا دیتا ہے وہ بہت بڑا مجرم بن جاتا ہے۔ ان کی بدنصیبی دیکھئے!

وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ: جو کچھ آپ ﷺ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے یہ بہت بڑی نعمت ہے اور اتنا بڑا انعام ہے جو کفر کی ظلمت سے نکال کر نور ہدایت میں لانے کا سبب ہے اللہ کی دوری سے اللہ کے قرب میں لانے کا ذریعہ ہے لیکن یہ ایسے بدنصیب ہیں کہ کلامِ الٰہی ان کی گمراہی کا سبب بن رہا ہے یہ ضد میں آ کر انکار کئے جا رہے ہیں اور یہ انکار انکی مزید بدبختی کا سبب بنتا چلا رجا رہا ہے جو کلام ان کی ہدایت کے لئے نازل ہوا تھا اس سے ان میں گمراہی بڑھ رہی ہے فَلَا تَاۡسَ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ تو آپ ﷺ ایسے لوگوں کا غم نہ کھایا کریں جو اللہ کے کلام اور آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کریں حقائق کا انکار کریں اور نہ ان پر افسوس کیا کریں۔

حضور اکرم ﷺ رحمۃ العلمین ہیں سارے جہانوں کے لئے باعث رحمت ہیں آپ ﷺ کے قلب اطہر میں سب کے لئے رحمت ومحبت کا سمندر موجزن ہے تو حضور ﷺ کو ان کفار کے کفر کا بھی رنج ہوتا تھا کہ یہ ایسے بدنصیب ہیں کہ رحمۃ اللعالمین کی بعثت کے بعد بھی جہنم میں جائیں گے اس پر اللہ کریم نے فرمایا کہ جو لوگ اس کتاب ہدایت کے نزول کے بعد پھر گمراہی میں پڑ جاتے ہیں گمراہی پسند کرتے ہیں اسے اختیار کرتے ہیں اور کتاب ہدایت کا انکار کرتے ہیں ان لوگوں پر آپ ﷺ افسوس نہ کیجئے یہ ان کا اپنا انتخاب ہے۔ اللہ نے فرمایا ہاں یہ میرا وعدہ ہے یہ پکی اور یقینی بات ہے کہ قرآن کے نزول سے پہلے آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے یا آپ ﷺ پر ایمان لانے سے پہلے کوئی کچھ بھی ہو

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالصّٰبِـُٔوۡنَ وَالنَّصٰرٰى مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًـا فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝۶۹

یہودی ہو یا نصرانی صابی یعنی بے دین ہو کوئی بھی ہو وہ اللہ پر ایمان لے آئے میری عظمت کو مان لے اور آخرت پر یقین کر لے اللہ کے رسول ﷺ کو نہ ماننا اللہ کا انکار کرنا ہے۔ یہاں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ بندے کے لئے اللہ پر ایمان لانا بغیر ایمان بالرسالت کے ممکن ہی نہیں۔ کسی کے پاس کیا دلیل ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے؟ کیا دلیل ہے کہ یہ کتاب اللہ کی کتاب ہے؟ کیا دلیل ہے کہ فرشتوں کا وجود ہے؟ کیا دلیل ہے کہ آخرت ہے؟ کیا دلیل ہے کہ آخرت کے بعد زندگی ہے؟ دلیل صرف ایک ہے پہلی آخری اور حتمی دلیل یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے یہ کتاب الٰہی ہے اور یہ کہ فرشتے آخرت، حساب کتاب سب حق ہیں۔ یہ سوال تو بعثت عالی سے پہلے بھی تھے اور دنیا میں بڑے بڑے فلسفی اور دانشور ہو گزرے تو انہوں نے اتنا آسان جواب کیوں نہ دے دیا؟ اس لئے کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا کر اللہ نے دلیل قائم کر دی کہ جیسا میرا رسول ﷺ میرا تعارف کروائے اللہ کو ویسا ہی ماننا ایمان ہے اور ضروری ہے۔ اسی لئے فقہ کی کتابوں میں لکھا کہ بچہ جب ہوش سنبھالے تو اسے بتایا جائے اللہ پر ایمان کیسے لایا جائے اسے سکھائیں کہ وہ کہے میں اس اللہ کو مانتا ہوں جس کو حضرت محمد ﷺ جو حضرت عبداللہ کے بیٹے حضرت عبدالمطلب کے پوتے جو مکہ میں

پیدا ہوئے مکہ میں مبعوث ہوئے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے جو روضہ اطہر میں آرام فرما ہیں جس اللہ کو جیسا منواتے ہیں میں اس اللہ کو ویسا مانتا ہوں ورنہ اللہ کو ماننے کے لئے تو ہر قوم نے کوئی نہ کوئی عقیدہ گھڑا ہوا۔ ہر ایک کسی غیبی طاقت کو مانتا ہے جو سب سے بڑی ہے اسی لئے کوئی پہاڑ کو معبود مانتا ہے تو کوئی کسی جانور کو ہر شخص کو اپنا اپنا ادراک ہے لیکن اللہ کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ویسا مانا جائے جیسے ماننے کا حکم اللہ کے رسول ﷺ نے دیا ہے پھر اس کے ساتھ رسول ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہو گیا کہ کوئی اگر اللہ کے رسول ﷺ کو نہیں مان رہا تو پھر وہ اللہ کا بھی انکار کر رہا ہے۔ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ اللہ کو مانے۔

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾

پھر اللہ پر ایمان اور آخرت پر ایمان کی گواہی اس کے اعمال بھی دیں یعنی وہ اعمال صالحہ بھی کرے۔ علماء حق فرماتے ہیں کہ ایمان لانا اور مسلمان ہونا ایک دعویٰ ہے کہ ایمان ہے اور دعویٰ کی دلیل بندے کا کردار ہے۔ بندے کے اعمال ہی اس کے مسلمان ہونے پر گواہ ہیں اگر اس کے اعمال وہ ہیں جن کا اسلام حکم دیتا ہے تو اس کا ایمان کا دعویٰ سچا ہے اور اگر اس کے اعمال وہ نہیں تو پھر وہ محض دعویٰ کر رہا ہے اور اس کے دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے قرآنِ حکیم میں جہاں ایمان کا ذکر آتا ہے وہاں اعمال صالحہ کی بات لازماً آتی ہے۔ لیکن عمل صالح کی تعین ہونا ضروری ہے کہ کون سے عمل کو صالح کہا جائے۔ اگر اس کی تعین افراد پر چھوڑ دی جائے تو ہر شخص کا عمل صالح الگ الگ معیار کا ہو گا لہٰذا قرآنِ حکیم نے یہ طے کر دیا ہے کہ صرف وہی عمل صالح ہے جو نبی کریم ﷺ نے پسند فرمایا اس کے کرنے کا حکم دیا اور جو عمل آپ ﷺ کی سنت اور آپ کے منشاء کے خلاف ہے وہ عمل صالح نہیں ہو سکتا یعنی عمل میں صلاحیت کا معیار ہیں محمد رسول ﷺ تو فرمایا اے میرے حبیب ﷺ آپ بے شک رحمۃ اللعالمین ہیں آپ کو دشمنوں کے لئے بھی دکھ محسوس ہوتا ہے کہ یہ جہنم کیوں جائیں! لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کوئی کیسا بھی ہو جب وہ آپ ﷺ پر اعتبار کر کے مجھ پر ایمان لے آئے میری عظمت قبول کر لے آخرت پر یقین حاصل کر لے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا کردار سدھر جائے آپ ﷺ کے طریقے کے تابع ہو جائے **فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾** پھر اسے نہ کوئی ڈر ہو گا نہ حزن خوف آنے والے وقت سے متعلق ہے کہ نجانے کل میرے ساتھ کیا ہو گا اور حزن کا معنی ہے افسوس، ملال، دکھ جیسے کافر کو ملال ہو گا افسوس ہو گا کہ اس نے زندگی کیوں ضائع کر دی۔ فرمایا جو ایمان لے آئے اور آپ کے طریقے پر ہر عمل خلوص نیت سے کرے تو نہ اسے گزشتہ کا افسوس ہو گا نہ آئندہ کا خوف اسے اللہ ہر طرح سے امن عطا کریگا۔

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ اور رہے یہ بنی اسرائیل تو آپ ان کا دکھ نہ کیجئے اس لئے کہ یہ آج کی بات نہیں ہم نے پہلے بھی بہت مرتبہ ان سے عہد لئے انہوں نے وعدے کئے اور پھر جب ہم نے ان کے پاس اپنے نبیؑ اور رسولؑ بھیجے۔ **بِمَا لَا تَهْوَىٰ**

اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ تو یہ ایسے بد نصیب تھے کہ انبیاءؑ کے دشمن بن گئے۔ انبیاءؑ ورسلؑ تو بندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کئے گئے انہیں ماننے کا مطلب تو یہ ہے کہ اس روش کو ترک کر دیا جائے جو نفسانی خواہشات کی اندھا دھند پیروی پر مشتمل ہے اور اس روش کو اپنا لیا جائے جس کی تعمیل کا اللہ حکم دیتا ہے۔ بندہ اپنی خواہشات الگ کر دے اپنی مرضی چھوڑ دے اور اللہ اور اللہ کے نبیؐ کے احکام ماننا شروع کر دے کہ نبیؐ کی تعلیمات تو ہمیشہ حق وانصاف پر مبنی ہوتی تھیں اور کسی فرد کی خواہشات کی تکمیل کے لئے نہیں تھیں اللہ کے احکامات میں ساری مخلوق کا تحفظ تھا لیکن انہوں نے جب یہ دیکھا کہ کتاب اللہ کے احکامات ان کی خواہشات کے خلاف ہیں تو ان بدنصیبوں نے بہت سے رسولوں کا انکار کر دیا ان کی نبوت کا انکار کر دیا اور اسی پر بس نہیں کیا۔ انہوں نے اللہ کے بہت سے رسولوں کو شہید بھی کر دیا۔ ماننا تو درکنار انہوں نے انبیاءؑ کو شہید کر دیا اور اتنا ظلم کرنے کے بعد وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ان کا یہ خیال تھا کہ ان پر کوئی گرفت نہیں آئے گی یعنی یہ اللہ کی گرفت سے ہی بے خوف ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس وقت ہی جرم کرتا ہے جب اسے گرفت کا احساس نہیں رہتا وہ باور کرتا ہے کہ کوئی اس کا کیا کر لے گا! لیکن اس کی مخلوق ہو کر عاجز بندہ ہو کر، اس کی دی ہوئی نعمتیں کھا کر اسی کی نافرمانی کرنا یہ بہت ہی بڑا جرم ہے۔ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ لیکن انہیں یہ احساس ہی نہ رہا گویا ان کے کان بند ہو گئے ان کی آنکھیں بند ہو گئیں اور ان کے دل بے حس ہو گئے اور بے خطر گناہ کرتے رہے انبیاءؑ کو شہید کرنے سے بھی باز نہ آئے۔ لیکن اللہ ایسا کریم ہے کہ اس نے پھر بھی ان کو مہلت دی ان کی روزی بند نہیں کی ان کی سانسیں نہیں روکیں انہیں روشنی، ہوا، پانی، رزق، ہر نعمت عطا کرتا رہا لیکن ان کا دل اس طرح مردہ ہو چکا تھا کہ جوں جوں انہیں فرصت عمل ملتی گئی وہ مزید اندھے اور بہرے ہوتے گئے گناہ ہی میں آگے بڑھتے چلے گئے ان کی اکثریت اسی روش پر کاربند رہی۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عمل کو دیکھ رہے ہیں بندہ جو عمل بھی کرتا ہے وہ روز روشن میں کرے یا رات کی تاریکی میں چھپ کر کرے وہ کسی تاریک کمرے میں کرے یا برملا کرے ہر عمل کو اللہ کریم دیکھ رہے ہیں۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾

یہ لوگ کفر میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ اللہ نے جو رسولؑ ان کی طرف بھیجا اس کی نسبت کہنے لگے کہ مسیح ابن مریم اللہ کے بیٹے ہیں۔ حالانکہ عیسیٰؑ کی تعلیمات یہ تھیں کہ اے اہل بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو وہ میرا بھی رب ہے تمہارا بھی رب ہے میرا پالنے والا اور نعمتیں دینے والا بھی اللہ ہے اور تم سب کو بھی پالنے والا اور نعمتیں دینے والا بھی اللہ ہی ہے۔ لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرو اور جان رکھو کہ یہ بات یقینی ہے کہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کریگا۔

وَمَاْوٰىهُ النَّارُ اس کا انجام جہنم ہوگا وہ جہنم کی آگ میں جلے گا اور یہ بھی یاد رکھو وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ مشرکین کا کوئی مددگار نہیں ہوگا کوئی انہیں جہنم سے بچا نہیں سکے گا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ یہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا اللہ تین میں ہے اور تین میں سے ایک ہے یہ کہنا صریح کفر ہے اور یہ لوگ تثلیث کا عقیدہ رکھنے کے بعد قطعی کافر ہوگئے وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ حالانکہ سوائے اللہ کے کوئی الہ نہیں کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی ہستی نہیں جس کی عبادت کی جائے۔ عبادت یہ ہے کہ کسی نفع کی امید میں یا کسی نقصان کے ڈر سے کسی کی اطاعت کی جائے اگر کسی سے نفع کی امید پر اللہ کے حکم کے خلاف اس کی اطاعت کی جائے تو گویا اسے رب مان لیا گیا یا کسی سے خطرہ ہو کہ اس کی بات نہ مانی تو وہ نقصان پہنچائے گا اور اس کی بات اللہ کے حکم کے خلاف ہو اور پھر بھی نقصان کے ڈر سے مان لی جائے۔ اور اللہ کی نافرمانی کر کے اس کی اطاعت کی جائے تو یہ اس انسان کی عبادت کرنا ہوگا۔ فرمایا جب ان لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ تین میں ایک اور ایک میں تین ہے تو یہ کافر ہوگئے ان کے کفر میں کوئی شبہ نہ رہا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ میں لَقَدْ تاکید کے لئے لگایا گیا ہے کہ یہ لوگ تو یقیناً کافر ہوگئے حالانکہ حق یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا ایسا نہیں ہے جس کی عبادت کی جائے۔ وَاِنْ لَّمْ یَنْتَهُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ اور اگر یہ ان باتوں سے باز نہ آئے تو یہ بات یقینی ہے کہ ان کافروں کو بڑے دردناک عذاب دیئے جائیں گے۔

عذاب کا ظہور صرف آخرت میں نہیں ہوتا:

عذاب الٰہی کردار و اعمال پر مرتب ہوتا ہے جو کردار یہود و نصاریٰ کا تھا جس کردار پر عذاب الٰہی کی وعید یہود و نصاریٰ کو سنائی گئی وہی کردار کلمہ گو مسلمان اپنائے گا تو اسی عذاب الیم سے وہ بھی دوچار ہوگا کہ اللہ کا عذاب اعمال پر واقع ہوتا ہے۔ حتمی اور مکمل عذاب تو آخرت میں ملے گا یہ عذاب برزخ میں بھی ہوتا ہے اور دنیا میں بھی ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد آپ ﷺ کی برکت سے اقوام پر آنے والے اجتماعی عذاب ختم کر دیئے گئے۔ آپ ﷺ سے پہلے قوموں کی قومیں غرق ہو جاتی تھیں۔ خنزیر اور بندر بن جاتی تھیں۔ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد قیامت تک کبھی اجتماعی عذاب نہیں آئیگا لیکن عذاب کی مختلف صورتیں واقع ہوتی رہتی ہیں جیسے باوجود میڈیکل تحقیق کے، دواؤں کی جدید دریافت کے ایڈز جیسا مرض پھیل گیا کیا یہ عذاب الٰہی کی صورت نہیں؟ ابھی اس مصیبت سے چھٹکارا نہیں ہوا تھا کہ Swine Flue آ گیا۔ ہندوستان کے جریدے نے اس کا ترجمہ کیا ہی خوب کیا ہے اس نے اسے ''خنزیری بخار'' کا نام دیا ہے۔ یہ بھی عذاب الٰہی کی صورت ہے۔

کلمہ گو مسلمان عذاب الٰہی کی لپیٹ میں کیوں؟

کلمہ گو مسلمان جس طرح غیر مسلم اقوام کی تقلید میں ان کے کردار و اخلاق کو اختیار کرتے چلے جارہے ہیں اسی طرح ان کو یہ مصیبتیں بھی وراثت میں ملتی چلی جارہی ہیں مغربی اقوام سے ایڈز پاکستان میں بھی آچکا ہے۔ اور اب خنزیری بخار کا مریض بھی

پاکستان میں پایا گیا ہے۔ یہ عذاب پاکستان میں کیسے آ گئے؟

وجہ یہی ہے کہ دعوے کے اعتبار سے تو ہم مسلمان ہیں کردار کے اعتبار سے نہیں۔ عملی زندگی میں ہم وہی کردار اپنانا چاہتے ہیں جو یہود و نصاریٰ کا ہے تو پھر فیصلے تو کردار پر ہی ہوتے ہیں جن کرتوتوں کی وجہ سے ان پر عذاب آ رہے ہیں اگر وہی کرتوت ہم کرینگے تو اس مصیبت میں ہمیں بھی حصہ دار ہونا پڑیگا۔ لیکن ہمیں اس بات کی سمجھ کیوں نہیں آتی؟ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے جو قرآن حکیم میں پہلے گزر چکی ہے یعنی اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

ایمان باللہ میں ایمان بالرسالت بھی داخل ہے:

جب اللہ پر ایمان کی بات ہوگی تو ایمان باللہ میں ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت شامل ہے۔ یعنی جب ایمان باللہ کی بات ہوتی ہے تو تمام ضروریات دین اس میں آ جاتی ہیں کہ جس نے اللہ کو مانا اس نے اللہ کی ساری باتوں کو مانا اس نے رسولوں کو مانا، فرشتوں، کتابوں، حساب کتاب، قبر کے سوال جواب، جنت دوزخ، آخرت سب کو مانا اسے کہتے ہیں ضروریات دین۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار پورے دین کا انکار ہے۔ اس کے باوجود قرآن حکیم میں آخرت کا ذکر علیحدہ سے فرما کر عقیدہ آخرت کے انسانی کردار پر اثرات کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ لوگ کلمہ تو پڑھ لیتے ہیں لیکن آخرت کا یقین نہیں کرتے۔ اگر آخرت کا یقین کر لیں تو کردار بدل جاتا ہے۔ ہم کلمہ گو ہیں تو پھر ہمارا کردار کیوں نہیں بدلتا؟ ہم کیوں حرام کھاتے ہیں؟ کیوں جھوٹ بولتے ہیں؟ کیوں دوسروں کی حق تلفی کرتے ہیں کیوں ذخیرہ اندوزی کر کے اللہ کے بندوں کو افلاس میں مبتلا رکھتے ہیں؟ ہم لوگوں کو بنیادی ضروریات زندگی سے محروم کر کے پھر کیوں غریبوں کی بے بسی کا تماشا دیکھتے ہیں۔ ہمارے ملک میں وافر غلہ پیدا ہوا اور لوگ اس کی تلاش میں سڑکوں پر ڈنڈے کھا رہے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ہم اجارہ داری بنا کر لوگوں سے مال چھینتے ہیں اور ان کی عزت نفس کو بھی کچلتے ہیں ہم ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے ہمیں یہ یقین نہیں کہ اس کردار کا محاسبہ ہوگا! ہمیں اس کردار کی جوابدہی کرنی ہوگی۔ اس پر ہمیں سزا ملے گی۔ ہم نے تو یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے یہ کہہ دیا ہے کہ ہم مسلمان ہی۔ اب ہم موج کرتے رہیں، جو جی چاہے وہ کیا کریں۔ ہماری یہی مسلمانی کافی ہے۔ ہمارے تاجر پیشہ لوگوں میں سے شاید ہی کوئی حاجی نہ ہو یہ ہر سال حج اور عمرے پر جاتے ہیں حج اور عمرہ تو کر آتے ہیں اپنے کاروبار میں وہ روش نہیں لاتے جو نبی کریم ﷺ نے بتائی ہے جس کا حکم اللہ کا دین دیتا ہے یہ لوگ ذخیرہ اندوزی کر کے لوگوں کو مصیبت میں کیوں ڈالتے ہیں؟ ناجائز منافع کیوں لیتے ہیں؟ اس لئے کہ یہ ساری عبادات رسماً کرتے ہیں۔ عبادت تو وہ ہے جو حضور ﷺ نے سکھائی جس عبادت کا نتیجہ انسان کو اللہ کے آگے جوابدہ بناتا ہے لیکن ان لوگوں کو آخرت کا یقین نہیں انہیں عظمت الٰہی کا احساس نہیں انہیں یہ احساس ہی نہیں کہ کل اللہ کے آگے پیش ہو کر ان اعمال کا حساب دینا ہے یہ حکومتی اداروں کی باز

پرس کا بھی توڑ نکالنا جانتے ہیں انہیں حکومتی اداروں کی باز پرس کی بھی کوئی پرواہ نہیں۔ سپریم کورٹ حکم دیتی ہے اور کوئی مانتا ہی نہیں عدالتیں تو حکم ہی دے سکتی ہیں عمل درآمد نہیں کرواسکتیں عمل درآمد تو حکومتی مشینری کے کروانا ہے اور حکومت کے ارکان خود ذخیرہ اندوزی کر رہے ہیں تو انہیں دنیا میں کون پوچھے؟ لیکن ایک ہستی ایسی ہے جو یہ سب دیکھ رہی ہے آخرت کی جواب دہی سے پہلے اسی دنیا میں ان کو اپنے کردار کے اثرات ملتے ہیں آخرت کے عذابوں کا ہلکا سا اثر دنیا میں بھی مل کر رہتا ہے۔ یہی دنیا اور یہی عدالتیں نہیں ہیں ہر انسان کے کردار کا محاسبہ ہونے والا ہے اور اس عدالت میں ہونے والا ہے جو قادر مطلق خالق کائنات کی عدالت ہے۔ وہ عدالت فیصلہ کریگی اور اس پر عملدرآمد بھی کروائے گی وہ طاقت کا سرچشمہ ہے وہ چاہے کر سکتا ہے۔

اسی ذات نے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی شرط لگا دی کہ نرا دعویٰ کر لینا صرف کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں بندے کا کردار اس کی عملی زندگی بھی گواہی دے کہ یہ شخص مسلمان ہے۔

فرمایا میرے نبی عیسیٰؑ نے تو انہیں بتایا تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور یہ یاد رکھو کہ جو اللہ کے ساتھ شریک کریگا۔ وہ بخشا نہیں جائیگا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا ایسے لوگوں کی مدد کو بھی کوئی نہیں آسکے گا لیکن اس کے باوجود انہوں نے اصلاح کی روش نہیں اپنائی تو جو جہنم جانے کے لئے اتنی ضد کرے تو اے میرے حبیب ﷺ آپ ان کا افسوس نہ کریں آپ ان کے لئے دکھی نہ ہوا کریں۔

ہوائی جہاز میں نماز کی ادائیگی

یہ بات بہت عرصہ علماء کے درمیان رہی کہ ہوائی جہاز پہ نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ اسلئے کہ سمندری جہاز کا بھی رابطہ زمین سے ہے، ریل کار، گاڑی، موٹر، جس چیز پہ بھی کوئی نماز ادا کرتا ہے، اسکا رابطہ زمین سے ہے لیکن ہوائی جہاز کا رابطہ زمین سے نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہوا میں معلق ہوتا ہے۔ اب فقہاء کی رائے ہے کہ چونکہ تحت الثریٰ سے لیکر عرش معلیٰ تک بیت اللہ ہی ہے اور اسکے انوارات عرش عظیم سے لیکر تحت الثریٰ تک جاتے ہیں لہٰذا اگر کوئی مجبوری ہے اور وہ ہوائی جہاز میں ہے تو بجائے قضا کرنے کے جہاز میں ہی بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر کے اپنی نماز کی نیت کر لے۔ پھر سواری جدھر مڑتی ہے، مڑتی جائے لیکن نیت کرتے وقت رخ بیت اللہ کی طرف ہو اور اگر کوئی ایسی جگہ ہے رخ کا پتہ نہیں چلتا تو اندازہ کر لے اور اس پہ نیت کر لے۔

(اقتباس از اکرم التفاسیر اول)

روح و جسم

روح جو ہے وہ عالم خلق سے نہیں قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ اور امر ربی جو ہے یہ صفت ہے ذات باری کی۔ مخلوقات جو ہیں۔ انکی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی ہے لیکن صفات کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا ہے۔ جس طرح ذات قدیم ہے، اسی طرح اسکی صفات بھی قدیم ہیں اور امر صفت ہے ذات باری کی اور روح متعلق ہے امر ربی سے تو اس مشت خاک میں آپنے امر کو سمو دیا، جسے ہم روح کہتے ہیں اور اسطرح سے سمو دیا کہ وہ جسم کا ایک حصہ بن گئی۔ اسکا جسم بھی باقی جانوروں کی طرح مادّی تھا، بدن کی ضروریات مادّی تھیں، لذّات مادّی تھیں تو اسلئے جسم کی تمام ضرورتوں کا مرکز زمین قرار دیا گیا کیوں کہ اس کی ساری ضرورتیں زمین ہی سے پوری ہوتی ہیں لیکن روح مخلوق سے بالاتر اللہ کے اوصاف میں سے اور عالم امر سے ہے تو اسی طرح اسکی غذا بھی عالم امر سے حاصل ہوگی۔

(اقتباس از تعلیمات و برکات نبوتؐ)

تعاون
اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
مینوفیکچررز آف پی سی یارن
پُل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-041-2667571

پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ

امیر محمد اکرم اعوان 09-9-19 دارالعرفان منارہ چکوال

اعوذ بالله من الشيطن الرجيم O

بسم الله الرحمن الرحيم

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَ هُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ
هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَ مَنْ يَّقْتَرِفْ
حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

ان آیات مبارکہ کا مرکزی مضمون ہے کہ دامن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے تو بہار کی امید رکھی جاسکتی ہے۔اللہ کا دین، اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی کتاب یہ سب نعمتیں اس لئے ہیں کہ یہ بندے کو اللہ کی عظمت سے آشنا کردیں بندہ اپنے رب سے پیوستہ ہوجائے یہی مقصد ہے باقی سارے وسائل ہیں۔

دار دنیا کا نظام اپنی روش پر چلتا رہتا ہے انسان اپنی اپنی باری سے یہاں آتے ہیں اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں لوگوں کو وہ کام بھی بھول جاتے ہیں جو انہوں نے کیے اور وہ لوگ بھی یاد نہیں رہتے لیکن ہر عمل کرنے والے کے عقیدے کا مرہون منت ہوتا ہے۔ ہر عمل کی بنیاد عقیدے پر ہوتی ہے۔اگر بندہ برائی کرتا ہے زیادتی کرتا ہے تو وہ اس کے عقیدۂ آخرت کی کمزوری کے سبب سے ہوتا ہے اور اگر بندہ نیکی اور بھلائی کرتا ہے تو وہ بھی اس کے عقیدے کی قوت کے سبب ہوتی ہے۔بعض لوگوں کا عقیدہ درست نہیں ہوتا لیکن وہ بھلائی کے کام کرجاتے ہیں مثلاً ہمارے ہاں ایسے ہسپتال موجود ہیں جو غیر مسلموں نے بنائے۔ پانی کے کنوئیں اور اسی طرح کے دیگر رفاعی کام کافر بھی کرگئے ہیں۔ قانون قدرت یہ ہے کہ اللہ کسی کافر کی بھلائی بھی ضائع نہیں کرتا اس کا اجر اسے دنیا ہی میں دے دیتا ہے۔ آخرت کا اجر کافر اس لئے

نہیں پاسکتا کہ اس آخرت پر ایمان نہیں اس نے نہ اللہ کے نبیؐ کی بات پر اعتماد کیا نہ رسالت پر ایمان لایا نہ اللہ پر ایمان لایا نہ اطاعت الٰہی میں بھلائی کی اس کا مقصد یا دینوی شہرت ہوتی ہے یا کسی بیماری اور مصیبت سے خلاصی ہوتی ہے وہ یا کسی مصیبت سے بچاؤ کے لئے کرتا ہے اور چونکہ وہ بھلائی کرتا ہی کسی دنیاوی مقصد کے لئے ہے اور آخرت پر اعتماد و یقین ہی نہیں رکھتا تو وہ بھلائی کرنے کے باوجود کافر ہی رہتا ہے آخرت کو اگر وہ مانے گا تو اسے لازماً نبی ﷺ پر ایمان لانا ہوگا کہ وہ نبیؐ سے سن کر ہی مانے گا پھر وہ نبی پر ایمان لائے گا تو اللہ کو بھی مانے گا۔

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا فرمایا عدم اطاعت کرنے والے اپنے اعمال کو مجسم صورت میں دیکھ کر لرز رہے ہوں گے۔ جو لوگ ظلم کر کے بھول جاتے ہیں انہیں اپنے مظالم کو روز حشر مجسم صورت میں دیکھنا ہوگا۔ ظلم کیا ہے؟ عربی لغت میں اس کے معنی ہیں وضع الشیٔ فی غیر محلہٖ کسی چیز کو ایسی جگہ رکھنا جو اس کے رکھنے کی صحیح جگہ نہ ہو۔ اور سب سے بڑا ظلم کیا ہے؟ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمٰن آیت 13) سب سے بڑا ظلم اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔ ہر جرم ظلم ہے اس لئے ہر وہ کام جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف ہوگا وہ ظلم ہے۔ امور انجام دینے میں کچھ کام سنت ہیں اور کچھ مستحب، بعض امور سنن عادیہ ہیں جیسے وضع قطع، لباس، کھانا پینا، حضور ﷺ کے عہدہ مبارک میں کھانے مختلف تھے جو آج اسی صورت میں دستیاب نہیں تو اگر کوئی اس طرح کا لباس پہنتا ہے یا اس طرح کی ترکیب اور اجزاء اکھٹے کر کے ویسا کھانا بناتا ہے اس طرح کا کھانا کھاتا ہے تو وہ سنن عادیہ میں سے ہے ایسا کرنے پر اجر پائے گا۔ بعض امور مستحبات ہوتے ہیں یعنی کریں تو اچھی بات ہے نہ کریں تو جرم نہیں۔ بعض مباحات ہوتے ہیں کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے دونوں طرح کوئی حرج نہیں۔ اس سے آگے نواہی شروع ہو جاتے ہیں کوئی چھوٹی بات ہے کوئی بڑی کوئی چھوٹا جرم ہے کوئی بڑا اور سارے جرائم بنیادی طور پر ظلم ہیں عدم اطاعت ظلم ہے۔ یہاں تو لوگ چھوٹے اور بڑے جرائم کر کے بھول جاتے ہیں لیکن جب اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے تو وہاں پر عدم اطاعت کو، ہر ظلم کو، ہر جرم کو مجسم صورت میں دیکھیں گے۔

آج تو ہر کاروائی چند لمحے بعد اسی صورت میں اسی آواز میں ریکارڈ ہو کر ٹی وی پر دکھادی جاتی ہے تو آج یہ بات سمجھنا بے حد آسان ہے کہ اعمال مجسم صورت میں دیکھنے پڑیں گے۔ اور ایسے ظالم لوگ اپنے اعمال بد کو دیکھ کر پریشان ہوں گے کہ انہوں نے اپنے لیے کیا مصیبتیں پال رکھی تھیں لیکن اس وقت کا ڈرنا کام نہیں آئے گا پھر وہ ان پر مسلط کر دیے جائیں گے اور وہ ان سے بچ نہیں سکیں گے۔

جن لوگوں کو ایمان نصیب ہوا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (سورہ الشوریٰ آیت 22) اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے قرآن حکیم میں جہاں اٰمَنُوْا کی بات آتی ہے وہاں اکثر مقامات پر ساتھ

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی قید بھی آتی ہے۔ جاننا چاہیے ایمان کیا ہے؟ ایمان اطاعت کا نام ہے امام شافعیؒ اور دیگر آئمہ اعمال کو ہی ایمان کا نام دیتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اور عمل نہ بھی کر سکا تو بھی اس نے اپنے مومن ہونے کا اقرار تو کیا ہے تو یہ اقرار کرنا بھی ایک عمل ہے اس لئے اسے مومن مانا جائے۔ باقی حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا کردار بھی بتائے کہ وہ مانتا ہے تب اسے مومن مانا جائے۔

صالح عمل کیا ہے؟ انسانی مزاج ہی ایسا ہے کہ ہر بندہ جو عمل بھی کرتا ہے اسے اپنی طرف سے صحیح سمجھتا ہے چور، ڈاکو، ظالم بھی اپنے ظلم کا جواز دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ اگر میں کسی کام کو اچھا سمجھتا ہوں اور آپ اسی کام کو غلط سمجھتے ہیں تو پھر صحیح کام کی تعیین کیسے ہوگی؟ عمل صالح کا معیار ایک ہی ہے کہ جس کام کے کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا یا کام ہوتا دیکھ کر پسند فرمایا جو کام حضور ﷺ کو منظور ہوا وہ عمل صالح ہے۔

اللہ کے حکم کے مطابق جہاد کیا جائے تو اس میں قتل کرنا بھی عمل صالح ہے اور قتل ہو جانا بھی عمل صالح ہے اللہ کے حکم کے مطابق کہیں مال خرچ کرنا عمل صالح ہے اور کہیں مال روک لینا عمل صالح ہے سو اعمال کے صالح ہونے کا معیار صرف ایک ہے کہ جو حضور ﷺ کو پسند ہے وہ صالح ہے۔ اب جو دعوی ایمان کرتا ہے اس کا کردار بتائے گا کہ اس کا ایمان کس درجے کا ہے تو فرمایا جنہیں نور ایمان نصیب ہوا اور انہوں نے اطاعت پیغمبر ﷺ کا حق ادا کر دیا وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط جو خواہش ان کے دل میں پیدا ہوگی وہی نعمت اپنے پروردگار کے حضور موجود پائیں گے انہیں عطا کر دی جائے گی دنیا کی زندگی اطاعت حق کے لئے عطا کی گئی ہے اس کے وقت کا تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی عمر کے چھ سال بچپن کے ہیں پھر بلوغت تک کا وقت ہے اس کے بعد بہت سے سال ضعف پیری کی نذر ہو جاتے ہیں درمیان میں کام کرنے کا تھوڑا سا عرصہ ہے جس کا بھی آدھا وقت نیند کی نذر ہو جاتا ہے۔ قوت کار کے ساتھ عمل کرنے کے لئے تھوڑا سا وقت بچتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے اس تھوڑے سے عرصے میں اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کی بات مان لو اس میں وہ کرو جو میں کہتا ہوں میرا رسول ﷺ فرماتے ہیں تو پھر اس کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں وہ کیا جائے گا جو تم کہو گے۔ تمہیں وہ کچھ عطا کیا جائے گا جو تم چاہو گے۔ اس زندگی میں تم میرے نبیؐ کی بات مان لو اور آگے ملنے والی ایسی زندگی جو کبھی ختم نہیں ہوگی اس ساری زندگی میں تم جو کچھ مانگو گے وہ تمہیں ملے گا جو چاہو گے۔ وہ موجود پاؤ گے۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی تصنیف میں جنت اور جہنم کی وہ تفصیلات جمع کی ہیں جو آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ پر مبنی ہیں ایک حدیث مبارک سے پتہ چلتا ہے کہ ایک جنتی دوسرے جنتی کے لباس کی تعریف دل ہی میں کرے گا اور اس کے دل میں ایسے لباس کی ابھی آرزو ہی پیدا ہوئی ہوگی کہ اس کا اپنا لباس تبدیل ہو کر ویسا

ہی ہو جائے گا یعنی محض آرزو پر عطا ہوگی تو یہ بڑا نفع کا سودا ہے کہ مختصر سے وقتِ زندگانی میں محدود سی قوت کار کے ساتھ اپنی حیثیت اپنی استعداد کے مطابق اللہ کے نبی ﷺ کا اتباع کر لیا جائے اور اتنا ہی کام کیا جائے جتنا کسی کے بس میں ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ (البقرہ 286)۔ بندہ جو کر نہیں سکتا اس کا تو مطالبہ ہی نہیں اور بندے کے بس میں جتنا ہے اس میں اچھا کھاؤ، اچھا پہنو، اپنی حیثیت کے مطابق رہن سہن اختیار کرو، کچھ منع نہیں لیکن طریقہ وہ اختیار کرو جو اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا ہے پھر اس ہمیشہ رہنے والی دنیا میں جو آرزو تمہارے دل میں ہوگی وہ تمہیں لبوں پر نہیں لانی پڑے گی وہ نعمت تمہیں از خود عطا ہو جائے گی ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝۲۲ یہ فضل عظیم ہے اور اتنا کرم اللہ ہی کر سکتا ہے یہ بہت بڑی مہربانی ہے اور ایسی مہربانیاں وہی کر سکتا ہے کوئی دوسرا یہ سودا نہیں کر سکتا۔ یہ اسی کی شان ہے اسی کو زیبا ہے اور وہی کر سکتا ہے۔

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ یہ باتیں اللہ کریم نے کیوں ارشاد فرمائیں؟ فرمایا جو ایمان لائے اور اعمال صالح کرتے رہے انہیں اس لئے سنا رہا ہوں کہ اس دکھ بھر دنیا بھی بھی وہ خوش رہیں میں اپنے بندوں کو اس دینا میں جو دکھوں اور پریشانیوں کی جگہ ہے اس دنیا میں بھی انہیں خوش رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے خوش رہیں۔ اس کے بندے "عِبَادَهٗ" کون ہیں؟ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ جن کا یقین محکم ہے اور جن کا کردار ان کے یقین کے مطابق ہے۔ ایمان مضبوط ہے اور کردار و عمل اس کے مطابق ہے

قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ

(سورۃ الشوریٰ آیت 23)

یہ اتنی عظیم بات ہے کہ دار دنیا میں رہنے والوں کو آخرت کے دکھ اور سکھ کے بارے حتمی خبر سچائی کے ساتھ دے دی جائے تو فرمایا اے میرے حبیب ﷺ لوگوں سے کہہ دو اتنی عظیم باتیں تمہیں پہنچائے کا میں تم سے کسی معاوضے کا طالب نہیں ہوں۔ میں تمہیں ایک بات کہتا ہوں کہ قرابت داروں میں جو محبت ہوتی ہے رشتہ داروں کو جو ایک دوسرے کا لحاظ ہوتا ہے اس کا خیال تو رکھو اور دورِ مکہ مکرمہ میں ایک بھائی اگر مسلمان ہو گیا ہے تو دوسرا اسے ایذا دینے پر تل گیا ہے اس سے باز رہو، آخر وہ تمہارا بھائی ہے۔ بھائیوں کی باہمی محبت کا خیال کرو۔ اللہ کے نبی علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا تو ابوجہل اور ابولہب رشتے میں چچا تھے لیکن انہوں نے چچا بھتیجے کے رشتے کا پاس نہ رکھا تو فرمایا میں تبلیغ کی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا یہ اللہ کے لئے ہے وہی اس کا اجر دے گا۔ جب کام ہی اللہ کا ہے تو معاوضہ بھی وہی عطا فرمائے گا۔ ہاں میں یہ تم سے ضرور چاہتا ہوں کہ کوئی مومن ہے یا غیر مومن رشتوں میں

مُودّت کا ایک باہمی تعلق ہوتا ہے اس کے سبب سے ایک دوسرے کو برداشت کیا جاتا ہے اور بعض امور میں صرف نظر کیا جاتا ہے تو رشتہ داری کے اخلاق کو تو قائم رکھو دین کے کام کا معاوضہ تو صرف اللہ ہی دے سکتا ہے۔

اس لئے علماء حق فرماتے ہیں کہ دینی کام کا معاوضہ لینا جائز نہیں۔ کسی نبیؑ نے تبلیغ کے لئے کوئی اجرت نہیں لی ہاں کوئی استاد دینی تعلیم دیتا ہے تو وہ اپنے پڑھانے کی تنخواہ لیتا ہے۔ صلوٰۃ کی امامت کے لئے، منبر کی خطابت کے لئے، معاوضہ نہیں لیا جاسکتا لیکن امام مسجد کو خطیب کو جو تنخواہ دی جاتی ہے اس کا جواز علماء نے اس طرح نکالا ہے کہ جب امام مسجد یا خطیب کو وقت کا پابند کردیا جاتا ہے کہ اتنے اوقات کے لئے اسے ضرور مسجد میں ہونا چاہیے تو وہ اس وقت میں باہر جا کر ملازمت یا کوئی اور کام نہیں کرسکتا لہٰذا اس پابندی اوقات کو ملحوظ رکھنے کے باعث اس کو تنخواہ نماز پڑھانے کی نہیں بلکہ اس وقت کی دی جاتی ہے جو اس نے ملازمت کی بجائے اس کام میں صرف کیا۔ ورنہ نماز تو خود ان پر فرض ہے۔ ہم نے انہیں مخصوص وقت کے لئے مسجد میں ہی رہنے کا پابند کیا ہوتا ہے اس لئے ان کے وقت کی اجرت انہیں دی جاتی ہے تاکہ وہ اس وقت کو مسجد کے کام کے لئے مختص کرسکیں۔ آئمہ دین کے حالات پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کی اکثریت نے اپنا رزق پیدا کرنے کے لئے ذاتی کاروبار اور دیگر کام کئے کچھ ایسے حضرات بھی ملتے ہیں جو تھوڑی مزدوری یا دکانداری کر کے گزارہ کرلیتے تھے اور بعض حضرات بے حد امیر و کبیر بھی تھے اور ان کا کاروبار وسیع پیمانے پر ہوتا تھا۔

وَ مَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ جو بھی اپنی زندگی کے اسالیب میں میری اور میرے نبیؐ کی اطاعت کو داخل کریگا اس کا عمل حسنا بن جائے گا اور ہم اس میں بہت خوبصورت اضافے کردیں گے ان کی نیکی کے اجر کو کئی گنا بڑھا کر عطا کرینگے۔ یقیناً اللہ کریم معاف کرنے والا بھی ہے اور بخشنے والا بھی اور جو اس کا شکر ادا کرے اس کو نوازنے والا بھی ہے شکر کرنے والے کو بہت عطا کرتا ہے اور انسان ہونے کے ناتے جو خطائیں بندے سے ہوجاتی ہیں ان سے درگزر فرماتا ہے لیکن اس کی شرط صرف ایک ہے۔ دامن پیغمبر ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ اس بات پر بندہ قائم رہے کہ دامان رسالت کو تھامے رکھے اور اسی کوشش میں لگا رہے کہ کسی امر میں بھی دامانِ رسالت نہ چھوٹے تو وہ یقیناً اللہ کی مغفرت کو پالے گا۔ بندے کی نیکی اس کی اپنی حیثیت کے مطابق ہوگی او راللہ کی عطا اس کی اپنا شان کے مطابق ہوگی۔

فرمایا کہہ دیجئے کہ میں نے یہ حقائق اس لئے بتا دیئے ہیں کہ اللہ کریم یہ چاہتے ہیں کہ اس کے بندے اس دنیا میں جہاں بھی شہنشاہ سے گدا تک سب مختلف پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں میرے بندے اس دنیا میں شاد باغ رہیں۔ دنیا میں بعض ناگوار حالات پیش آتے ہیں۔ تو ان حالات میں اللہ کے بندوں کو یہ

حوصلہ عطا رہتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ان کی کوئی کوتاہی ہوئی ہے اور وہ اس بات پر راضی ہوتے ہیں کہ اللہ نے توبہ کا راستہ کھول کر ان پر بڑی رحمت فرمائی ہے پھر وہ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں معاف کر دے اس طرح سے ان کی کوتاہی بھی ایک طرح سے قربِ الٰہی کا سبب بن جاتی ہے۔ اگر ایمان سلامت ہو۔

اہل اللہ کی، اہل حق کی، مشائخ عظام کی، علماء ربانیین کی ساری محنت اس بات پر ہوتی ہے کہ بندے کو اللہ سے آشنا کر دیا جائے اسے دنیا میں نعمتیں نصیب ہوں تو وہ شکر کرے اور اگر کوئی ناگوار بات پیش آجائے تو اس ذات سے کرم کا طالب ہو، مغفرت کا طالب ہو۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآنِ حکیم کا سارا خلاصہ سورہ فاتحہ میں ہے سورہ فاتحہ کا سارا نچوڑ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** میں ہے اور بسم اللہ کا حاصل اس کی پہلی 'ب' میں ہے یہ 'ب' بائے تلبس ہے۔ یہ جوڑنے والی شئے ہے یہ اللہ جو رحمٰن و رحیم ہے اس کے نام کیساتھ جوڑنے والی یہ طاقت ہے۔ سارا دین کیا ہے؟ یہی کہ بندہ اللہ سے جڑ جائے۔ سارے دین کا حاصل یہ ہے کہ بندے کو اللہ کریم کے ساتھ یقین محکم اور ایسا ایمان نصیب ہو جائے جو اسے اللہ کے ساتھ جوڑ دے۔ اس کی زندگی اطاعت الٰہی کا مظہر بن جائے۔

انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کی ساری محنت، صحابہ کرام، مشائخ عظام، علماء ربانیین کی ساری محنت اس بات پر ہوتی ہے کہ بندے کو اللہ سے واصل کر دیں بندے کو اللہ کے روبرو کر دیں پھر معاملہ ان کے اور ان کے رب کے درمیان چلتا رہی ہے اور جب کسی کو اس کیفیت کا کوئی ذرہ بھی نصیب ہو جائے تو بات بہت مختلف ہو جاتی ہے اللہ کی نافرمانی کرنے کو جی نہیں چاہتا اور اگر غلطی ہو جائے تو بڑی کڑوی لگتی ہے کہ یہ میں نے کیا کر دیا؟ پھر توبہ کر کے اطاعت کرنے میں لطف آتا ہے پھر اطاعت بوجھ نہیں بنتی۔ تو اللہ کا دین، اللہ کی کتاب اور اللہ کا رسول ﷺ یہ سب اس لئے ہیں کہ بندے کو اللہ کی عظمت سے آشنا کر دیں وہ اپنے رب سے پیوستہ ہو جائے، اس سے مغفرت چاہے، اس کی باتیں کرے، اسے یاد کرے اور ہمہ وقت اس کی بارگاہ میں حاضر رہے۔ حضور حق ہی تو مقصد ہے باقی سارے وسائل ہیں۔

اللہ کریم سب کو نصیب فرمائے۔ اپنے عذابوں سے پناہ میں رکھے، ہماری کوتاہیوں اور غلطیوں کو معاف فرمائے، ہمیں نیکی کی توفیق عطا کرے اور ہمیں حضور ﷺ کی اطاعت نصیب فرمائے اور اپنی بخشش سے نوازے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

شہید مردہ نہیں

عام انسان کی موت میں اور شہید کے قتل ہو کر عالم برزخ میں جانے میں کیا فرق ہے۔ روح تو ہر مرنے والے کی زندہ رہتی ہے۔ روح پر موت وارد نہیں ہوتی موت نام ہے بدن اور روح کے تعلق کو توڑ دینے کا۔ بدن سے روح الگ کر دی جاتی ہے لیکن روح زندہ رہتی ہے، کافر کی روح بھی زندہ رہتی ہے اگرچہ عذاب میں رہتی ہے۔ تو اگر شہید کو مانا جائے کہ اسکی صرف روح زندہ رہتی ہے تو پھر غیر شہید اور شہید میں کیا فرق ہو۔ فرق یہ ہے کہ شہید کی روح کا تعلق اسکے بدن سے اتنا مضبوط رہتا ہے کہ اسکا بدن گلتا سڑتا نہیں وہ اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔ اسے اس دنیا کی گرمی سردی نہیں لگتی وہ اس دنیا کی غذا نہیں کھاتا لیکن اسکا بدن قائم رہتا ہے۔ اسے اللہ کی طرف سے غذا دی جاتی ہے اور اسکا بدن ویسے ہی سلامت رہتا ہے جیسا کہ روح کی موجودگی سے ہوتا ہے۔ صرف عالم بدل جاتا ہے اس عالم کی غذا کی بجائے برزخ میں غذا عطا ہوتی ہے۔ ہر مومن کا ایمان ہے کہ جب اللہ نے شہید کو مردہ کہنے سے منع کر دیا تو وہ زندہ ہیں۔ یہی یقین ہے اور اس پر تاریخی شہادتیں ہر زمانے کی موجود ہیں جو باعث تقویت ایمان ہیں۔

(اقتباس از اکرم التفاسیر چہارم)

تعاون
احمد دین
ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
مینوفیکچررز
آف پی سی یارن
پُل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-041-2667571

سالانہ اجتماع
14-7-09

سوال و جواب

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان چکوال

سوال اردو تراجم میں اس آیۂ مبارکہ **وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی** میں **ضَآلًّا** کے معنی ''راستہ سے ناواقف'' بھٹکتا ہوا'' ''بھولا ہوا'' شریعت سے ناواقف'' اپنی محبت میں خودرفتہ'' لکھے ہوئے ہیں صحیح معنی کیا ہے؟

جواب: اس کا معنی تو بڑا صاف ہے **وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی**۔ اے میرے محبوب! اے میرے حبیب! اے میرے نبی! اے میرے رسول ﷺ ہم نے آپ کے دل میں تڑپ پائی لگن پائی جستجو پائی وہ بیقراری پائی تو آپ کو منزل عطا کر دی۔ آپ کی تڑپ پوری کر دی آپ ﷺ کو نبی مبعوث کر دیا آپ خاتم النبین کے منصب پر فائز ہو گئے۔ آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی۔ یہ جملہ بڑا محبت بھرا اور کیفیات محبت سے لبریز ہے۔ مولانا ابوالکام آزادؒ نے بڑی خوبصورت بات لکھی ہے کہ انبیاءؑ تو ازل سے نبی ہیں اور ہمیشہ نبی رہیں گے لیکن دنیا کا جو طریقہ کار اور نظام ہے وہ عالم اسباب میں اسی طرح چلتا رہتا ہے نبیؑ بھی اولاد آدمؑ ہیں پیدا ہوتے ہیں بچے ہوتے ہیں پھر جوانی آتی ہے بڑھاپا آتا ہے اسی طرح نبی ﷺ کی مثال ایسی ہے کہ پہلے ایک غنچہ ظہور پذیر ہوتا ہے اسی غنچے میں پھول بننے کی بیقراری ہوتی ہے۔ اس بیقراری سے وہ چٹک جاتا ہے اور غنچہ کلی بن جاتا ہے تو اسے قرار آنا شروع ہو جاتا ہے پھر وہ کلی پھول بن کر مطمئن ہو جاتی ہے یعنی غنچہ سے پھول بننے تک جو عالم ہے اس میں ایک اضطراب آگے بڑھنے کی ایک بیقراری پھول بننے کی ایک کیفیت فطرتاً موجود ہوتی ہے تو مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام چونکہ ازل سے نبی ہوتا ہے اور اس کی منزل اعلان نبوت ہوتا ہے اور دعوت الٰہیہ اس کی منزل ہوتی ہے تو جب وہ دنیا میں پیدا ہوتا ہے، ہوش سنبھالتا ہے تو عالم آب و گل میں اس جانب رواں ہوتے ہوئے اپنی منزل پانے کا ایک اضطراب ہوتا ہے۔ یہ وہی اضطرابی کیفیت تھی جو حضور اکرم ﷺ کو حرا میں لے جاتی تھی آپ ﷺ مہینوں یاد الٰہی میں ذکر اذکار میں متوجہ الی اللہ رہتے۔ اس وقت نہ تو قرآن حکیم کا نزول ہوا تھا، نہ اعلان نبوت ہوا تھا، نہ صلوۃ و صوم کا کوئی حکم آیا تھا یعنی عبادات کا کوئی طریقہ نہیں تھا تو پھر حضور ﷺ غار حرا میں مہینوں یاد الٰہی میں ذکر اذکار میں متوجہ رہتے۔ اس کا کوئی طریقہ نہیں تھا تو پھر حضور ﷺ غار حرا میں مہینوں کیا کرتے تھے؟ یہ کہنا تو ظلم و زیادتی ہوگی کہ حضور ﷺ اہل مکہ کے ہاں جو کچھ رائج تھا اس پر عمل کرتے تھے تو اس ضمن میں مولانا آزادؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ محبتِ الٰہی میں ڈوبے رہتے تھے۔ اللہ کی یاد میں رہتے تھے۔ اللہ کا نام لیتے تھے۔ صرف اللہ اللہ کرتے تھے۔ اس لئے کہ اس وقت نہ نزولِ وحی ہوا تھا نہ نزولِ قرآن۔

اس کا مطلب ہے نہ وہاں حضور ﷺ تلاوت کرتے تھے نہ صلوٰۃ۔ اور یہ کہنا تو قطعاً غلط ہے کہ حضور ﷺ کی رسم و رواج کا

اتباع کرتے تھے۔ حضور ﷺ رسموں کا اتباع کرنے کے لئے نہیں بلکہ دین حق کو پھیلانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

یہ سوال ایک دفعہ قادیانیوں کے خلاف ایک مناظرے میں اٹھایا گیا۔ مقدمہ بہاولپور بہت مشہور ہوا یہ انگریزوں کے زمانے کا مقدمہ تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ کسی شخص نے بیٹی کا رشتہ کیا نکاح ہوگیا تو بعد میں وہ آدمی قادیانی ہو کر مرتد ہوگیا۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی لہٰذا بیٹی کے والد نے عدالت میں مقدمہ کر دیا کہ یہ شخص مرتد ہوگیا ہے۔ لہٰذا یہ نکاح فسخ تصور کیا جائے۔ اس پر پوری قادیانی برادری اس کی مدد کو آئی انگریز نے قادیانی جماعت کو قوت پہنچائی حتیٰ کہ ملکہ برطانیہ نے مداخلت کی۔ امیر آف بہاولپور برطانیہ تشریف لے گئے ملکہ برطانیہ نے خصوصی طور پر ان سے کہا کہ مقدمہ بغیر فیصلے کے ختم کرا دیں لیکن وہ اللہ کے ایسے بندے تھے کہ وہ بہاولپور پہنچ کر گھر نہ گئے سیدھے جج کے گھر پہنچے وہ والئی ریاست کو دیکھ پریشان ہوگیا۔ انہوں نے فرمایا ملکہ برطانیہ نے تو یہ کہا کہ مقدمہ بغیر کسی فیصلے کے ختم کرا دو لیکن یہ نبی کریم ﷺ کی عظمت کا معاملہ ہے ایسا نہیں ہوگا تم بھی مسلمان ہو ہمیں آخرت میں اللہ کے حضور جواب دینا ہے تمہیں اس مقدمے کا فیصلہ کرنا ہے ہمت کرنا کوئی تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ میں نے تمہاری حفاظت کے لئے خفیہ پولیس مقرر کر دی ہے تم صحیح فیصلہ کرنا۔ پھر یہ مقدمہ کئی سال چلتا رہا اور آخر میں یہی فیصلہ ہوا کہ یہ شخص قادیانی ہو کر مرتد ہو چکا ہے اور کسی مومنہ کا نکاح مرتد سے قائم نہیں رہتا۔ یہ ایک طویل روائیداد ہے۔ ایک زمانے میں ہم نے ساتھیوں کی مدد سے اس کی تلخیص کی تھی اس مقدمے میں جہاں قادیانیوں کے مشہور عالم تھے وہاں مسلمانوں کی طرف سے بہت جید علماء دین مسلمان وکلاء کی معاونت کرتے تھے۔ اہل سنت والجماعت کے قائدین بھی حتیٰ کہ مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ جو اس کافی ضعیف تھے وہ بھی دیوبند سے تشریف لائے اور عدالت میں پیش ہوئے۔ دوران مقدمہ مسلمان عالم نے قادیانیوں کے مرزا قادیانی کے بارے کہا کہ مرزا دعویٰ تو نبوت کا کرتا ہے لیکن رواجات انگریز کے اپناتا ہے حالانکہ نبی تو رواجات کا پیروکار نہیں ہوتا نبیؑ تو خود رہنماء ہوتا ہے گھسی پٹی راہوں پر چلنا تو نبی کی شان کے خلاف ہے یہ مرزا کیسا نبی ہے کہ رواجات کی پیروی کرتا ہے۔ قادیانیوں کے عالم جس کا نام غالباً شمس تھا اس نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے بھی رواج کی پیروی کی ہے۔ سفیروں کو قتل کرنا عربوں کا رواج تھا۔ جب حضور ﷺ کے پاس سفیر پیش ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا سفراء کو قتل نہ کیا جائے۔ یوں آپ ﷺ نے رواج کی پیروی کی۔ اس پر اہلِ سنت کے عالم ٹھٹھک گئے تو سید انور شاہ کشمیریؒ کھڑے ہوگئے اور فرمایا حضور ﷺ اللہ کے آخری نبی تھے آپ پر اللہ کی کتاب نازل ہوئی آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ دین بن گیا معاشرے میں رائج جن چیزوں کو حضور ﷺ نے باقی رکھا وہ رواج نہ رہا وہ بحکم الٰہی دین بن گیا آپ ﷺ نے کسی رواج کی پیروی نہیں کی بلکہ آپ ﷺ نے اس کام کو اس طریقے کو جاری رکھ کر دین کی رہنمائی فرمائی جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ سفیر قتل نہیں کئے جائیں گے تو یہ اسلام کا حکم بن گیا کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں جو کچھ فرما دیں وہ دین بن جاتا ہے۔ اور تمہارا نبی تو گرتا پڑتا رہتا

ہے کبھی کہتا ہے ظلّی نبی ہوں کبھی بروزی نبی کہتا ہے نہ اس کے پاس وحی الٰہی ہے نہ کتاب الٰہی نہ روح میں قوت نہ اللہ سے تعلق تو وہ کس کی پیروی کرتا اس نے انگریزوں کے رواجات ہی کی پیروی کرنی۔

بات ہو رہی تھی غار حرا کی خلوت کی کہ حضور ﷺ نے تو اپنے عہد کی عادات تک کی پیروی نہیں کی کسی رسم ورواج کو اپنانا تو بعید از قیاس ہے۔تو پھر دو دو ماہ حضور اکرم ﷺ غارِ حرا میں کیا کرتے تھے؟ عہدِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بیت اللہ تنہا تھا اور ارد گرد مسجد نام کی کوئی شئے نہیں تھی بلکہ صفا و مروہ تک سب نظر آتا تھا صفا مروہ کے گرد جو پہاڑ اور چٹانیں تھیں ان پر لوگ بیٹھتے اور گپ شپ کرتے تھے۔ بہت عرصہ تک یہ چٹانیں یوں ہی رہیں پاکستان بننے کے بعد تک صفا و مروہ ننگی پہاڑیاں تھیں ترکوں کی مسجد بھی ان چٹانوں سے ہٹ کر بنائی گئی تھی۔ بہت بعد میں صفا مروہ پر چھت ڈال کر انہیں مسجد حرام کے ساتھ شامل کر لیا گیا۔ جب یہ تمام درمیانی عمارات نہیں تھیں تو حرا سے بیت اللہ شریف صاف نظر آتا تھا۔ اور عہد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تو غار حرا سے بیت اللہ اور ارد گرد کی پہاڑیاں تک صاف نظر آتی تھیں۔ آپ ﷺ حرا میں بیٹھ کر یاد الٰہی میں مصروف رہتے بیت اللہ پر نگاہ مبارک ڈالتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے مولانا آزاد فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ کی یہ بیقراری ایسی ہی تھی جیسی غنچے کو پھول بننے میں ہوتی ہے۔ اور بعثت تک کی زندگی مثالی تھی اسی لئے اللہ کریم نے آپ ﷺ کی قبلِ بعثتؐ کی چالیس سالہ زندگی حیات مبارکہ پر قسم کھائی ہے۔ "**لَعُمْرُكَ**"، یعنی آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی اس بات پر شاہد ہے کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔ قرآن حکیم میں آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے کہلوایا ہے ان سے کہہ دیجئے **لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا** (یونس آیت 16) میں نے تم میں عمر بسر کی ہے چند دن کی بات نہیں چالیس برس گزارے ہیں تم مجھے کیسا جانتے ہو؟۔

عرصہ شعور سے لیکر بعثت تک ایک بیقراری جو غنچے کو چٹکنے کیلئے اور کلی کو پھول بننے کے لئے ہوتی ہے وہ قلب اطہر رسول ﷺ میں تھی جیسے قرآن کریم نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے **وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى** ہم نے آپ ﷺ کو بیقرار پایا تو ہم نے آپ ﷺ کے لئے راہیں کھول دیں، آپ ﷺ کو نبوت عطا کر دی۔ آپ ﷺ نبی مبعوث ہو گئے۔ وحی الٰہی شروع ہو گئی۔ آپ ﷺ کو منزل مل گئی تو اس آیۃ کریمہ کا ترجمہ تو بڑا صاف اور واضح ہے بات عام وفہم ہے کہ قرب الٰہی کی طلب اور تڑپ کا جذبہ بیقرار کئے ہوئے تھا لیکن اردو تراجم کرنے والوں میں اس بارے بہت ٹھوکریں کھائی ہیں اور پھر بھی معنی متعین نہیں کر سکے۔ بات یہ ہے کہ قربِ الٰہی کی تڑپ کا ایکذرہ کسی کو نصیب ہو جائے تو بات آگے چلے کسی فارسی شاعر نے کہا تھا لذت ایں مے بخدا نا شناسی تا نہ چشی اس مشروب کی لذت نہ پا سکو گے جب تک اسے چکھو گے نہیں۔ سننے سنانے سے اس کا اندازہ نہیں ہوگا اور اگر کسی کو اس کا ایک ذرہ نصیب ہو جائے تو اس

کی ساری توجہ اس درد کو بڑھانے پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ اسے سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے یہی دھیان رہتا ہے وہ سب کچھ چھوڑ سکتا ہے۔ اس بات کو نہیں چھوڑ سکتا کوئی اس سے راضی ہو یا خفا اسے کسی بات کی پرواہ نہیں رہتی وہ اسی بات پر متوجہ رہتا ہے کہ قربِ الٰہی کی طلب کی جو کیفیت نصیب ہے اس میں فرق نہ آنے پائے تو اگر ایک ولی جس کو ایک ذرہ نبی علیہ الصلوٰۃ السلام کے جوتوں کی خیرات میں مل جاتا ہے وہ اس کو مزید قرب کے لئے بیقرار رکھتا ہے تو وہ نبی ﷺ جو ساری کائنات کے لئے ہے، سارے جہانوں کے لئے رحمت ہے، جو نبیوںؑ کے بھی نبی ﷺ ہیں، جو امام الانبیاء ﷺ ہیں۔ اس کے قلبِ اطہر میں کیا تجلیات اور کیا کیفیات ہوتی ہونگی جس نے قیامت تک کے سارے جہانو کو روشن کر دیا تو ہم اندازہ نہیں کر سکتے کہ وہ کیفیات کیا ہونگی؟ اور جتنی کیفیات ہونگی اسی طرح کی بیقراری بھی ہوگی۔ جس طرح کی طلب ہوگئی اسی طرح کا اضطراب بھی ہوگا۔ آپ ﷺ کے اس حال کو قرآنِ حکیم نے ان الفاظ میں ڈھال دیا **وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى** کہ میرے اے حبیب ﷺ ہم نے آپ ﷺ کی تڑپ کو منزل عطا کر دی۔ آپ ﷺ کو مبعوث فرما دیا۔ آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہو گیا۔ تو یہ جملہ ہی بڑا محبت بھرا ہے، معانی اور کیفیات سے بھرپور ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ کوئی سمجھ نہ سکے۔

ہمارے ہاں دل کی شریانوں کی سختی دور کرنے کے غذائی علاج پر بات ہو رہی تھی شریانوں میں چربی کی تہہ جم جائے تو اس چربی کو حل کرنے کا نسخہ میں نے بتایا کہ مونگ پھلی دانوں میں جو سرخ چھلکا ہوتا ہے وہ پھانک لیا جائے یا مونگ پھلی اس سرخ چھلکے سمیت کھائی تو وہ چربی تحلیل ہو جاتی ہے ایک ساتھی نے سنا اور مونگ پھلی کو اس کے سخت چھلکے سمیت کھانا شروع کر دیا۔ دو چار دانے کھا کر کہنے لگا نسخہ تو حضرت کا بتایا ہوا ہے لیکن کھانا مشکل ہے تو سمجھنے کے لئے بھی شعور و ادراک ہر ایک کا اپنا ہوتا ہے۔

یہ بہت خوبصورت آیہ کریمہ ہے پیار بھری بات ہے۔ جیسے محبوب خود کسی چاہنے والے سے کہے کہ میں تیری بیقراری سے واقف ہوں۔ دنیائے محبت میں اس سے بڑا کوئی مقام نہیں۔ جب محبوب اپنے طالب سے کہے کہ میں تیرے حال سے واقف ہوں اس کا معنی ہوا کہ محبوب کی طرف سے محبت کا جواب آ رہا ہے، طالب کے لئے اظہارِ محبت ہو رہا ہے۔ ورنہ آدمی خود تو محبت کر سکتا ہے کسی دوسرے کو محبت کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اگر عالم فانی کی وقتی محبتوں میں یہ کیفیت ہے کہ کسی سے ٹوٹ کر محبت کی جائے اور محبوب اسے کہہ دے کہ تیری مراد پوری ہوئی ہم تیرے ہو گئے تو کیا عالم ہوگا!

اور پھر جب طالب ہوں محمد رسول ﷺ اور مطلوب ذات باری ہو اور ذات باری خود فرمائے کہ ہم آپ کی بیقراری سے واقف ہیں آپ ﷺ کو آپکی منزل عطا کر دی گئی۔ تو یہ کتنا

خوبصورت جملہ ہے۔ محبت کے لطیف جذبات کا یہ کتنا بڑا خزانہ ہے کہ کیفیات سے پُر یہ آیہ کریمہ کتنی [illegible] رت ہے اور عجیب بات ہے تراجم کرنے والوں نے کیا لکھا اور سمجھنے والے نے کیا سمجھا۔

حق تو یہ ہے کہ اس عظمت رسالت کی مدح ہے کہ مخلوق میں ایک ایسی ہستی ہے جس کی محبت الٰہی کے لطیف احساسات کو پذیرائی بارگاہ ایزدی نے دی۔ اللہ کی بارگاہ نے دی اور محبت کے لطیف احساسات کی پذیرائی ہوئی۔

سوال: روحانی بیعت فنافی الرسول ﷺ کیا ہے سالک المجذوبی میں سالک کی ذمہ داری کیا ہے؟

جواب: گزارش ہے کہ کم از کم المرشد پڑھ لیا کریں اس طرح کے سوالات کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور اگر آپ کے پاس المرشد پڑھنے کی فرصت نہیں تو میرے پاس ان سوالوں کے روزانہ جواب دینے کی فرصت کہاں؟ المرشد ایک چھوٹا سا رسالہ ہے ایک مہینے بعد آتا ہے تمام ضروری باتیں اس میں چھپی رہتی ہیں کسی وقت بیٹھ کر مطالعہ کریں تو شاید ایک گھنٹے میں پورا پڑھا جائے اور اگر دس منٹ روزانہ اسے پڑھیں تو دس بارہ دنوں میں اس کا مطالعہ مکمل ہو جاتا ہے اور یہ پورے تیس دن بعد آتا ہے اسے ایک ماہ میں تین چار بار پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ سوالات پیدا ہی تب ہوتے ہیں جب آپ مطالعہ نہیں کرتے۔

المرشد کاروباری مقاصد کے لئے نہیں ہے۔ کاروباری نقطہ نظر ہوتا تو تھ پیسٹ کے اشتہار ہی بہت مل جاتے ہیں اور پیسے بھی مل جاتے لیکن ہم اسے اشتہاروں سے بچاتے ہیں اس کی سیل سے بھی بعض اوقات اخراجات پورے نہیں ہوتے تو ساتھی سادہ سا سٹال لگا کر اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ساتھیوں کو چاہئے کہ کم از کم المرشد کا مطالعہ ضرور کریں۔ یہ رسالہ ہر ساتھی کے پاس آنا چاہئے اس میں ساری باتیں دین کی ہوتی ہیں اور دین کی باتیں پرانی بھی نہیں ہوتیں اسی لئے المرشد کے پرانے شمارے پڑھنے بیٹھیں تو نئی معلومات لگتی ہیں۔

کچھ آپ بھی تو کریں سب کچھ مجھ ہی پر نہ چھوڑ دیا کریں

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

> ہم نے دو خانے بانٹ لیے ہیں۔ دین مسجد میں ہے اور بازار میں ہم آزاد ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ اس پر دین ختم ہو گیا۔ اس کے بعد سیاست میں یا اپنی عملی زندگی میں۔ دنیا کمانے اور خرچ کرنے میں، دوستی یا دشمنی میں ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر ایسی بات نہیں ہے زندہ رہنے کے لیے جو طرزِ حیات اپنایا جائے اس کا نام دین ہے۔

رؤیت ہلال کی شرعی حقیقت

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صُومُوا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ (رواہ البخاری والمسلم)

امیر محمد اکرم اعوان 09-9-20 دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال

فرمایا:۔ ''چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر روزے چھوڑو''۔

دراصل مسلمان کی زندگی کا سارا نصاب دین کے تابع ہوتا ہے لیکن آج ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ سیاست اور داداگیری میں تمیز کرنا مشکل ہوگیا ہے بلکہ اب یہ دین پر بھی بھاری ہوتی جارہی ہے۔ سیاست مقدم ہوگئی ہے دین پیچھے چلا گیا ہے اور اپنے سیاسی مفادات کیلئے جوڑتوڑ کر کے سیاست چمکانے کیلئے رؤیت ہلال کو بھی ایک ایشو بنالیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کے مقابل عجیب غریب مسئلے گھڑے جارہے ہیں جس میں سے ایک یہ ہے کہ ساری دنیا پر عید ایک دن ہونی چاہیے۔

ایسا ہونا ممکن نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد موجود ہے کہ چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر روزے ختم کرو اور چاند دنیا بھر میں ایک ہی دن نظر آنا ممکن نہیں۔ دنیا میں سارے گلوب پر وقت ایک نہیں ہوتا کہیں صبح ہوتی ہے کہیں اسی وقت عصر ہورہی ہوتی ہے اور کہیں مغرب اور کہیں عشاء ہوتی ہے۔ جوں جوں سورج سفر کرتا ہے اوقات بدلتے رہتے ہیں۔ اسی طرح سورج کے ساتھ ساتھ چاند کا سفر بھی ہے اور جس طرح دن کے اوقات میں فرق ہے اسی طرح چاند کے نظر آنے میں بھی جگہ جگہ فرق ہے۔ عرب میں سن ہجری اور قمری مہینے پورے ملک میں رائج ہیں ان کے ہاں حساب لگا کر کمپیوٹر کے مطابق سال بھر کا ایک کیلنڈر چھاپ دیا جاتا ہے اور سارا سال اسی کے مطابق کام ہوتا رہتا ہے لیکن ان کے ہاں رؤیت ہلال کا اہتمام سرکاری سطح پر کیا جاتا ہے اور چاند دیکھ کر ہی رمضان، عید اور حج کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ میں عرب میں تھا اور میں نے دیکھا کہ کیلنڈر کے مطابق مہینہ انتیس دن کا تھا لیکن چاند طلوع نہ ہوا تو انہوں نے سرکاری طور پر اعلان کردیا کہ ماہ تیس دن کا شمار ہوگا۔ اگرچہ ایسا کم ہوتا ہے اور ان کے حساب کتاب کے اندازے اکثر درست ہوتے ہیں لیکن وہ ہر ماہ کے چاند کو دیکھنے کا اہتمام ضرور کرتے ہیں اس لئے کہ وہ شریعت کے اس اصول پر سختی سے کاربند ہیں کہ چاند دیکھ کر روزے رکھے جائیں اور چاند دیکھ کر روزے چھوڑے جائیں۔ اسلام دین فطرت ہے اور تمام زمانوں کے تمام انسانوں کے لئے ہے اس لئے دین کے احکام شہری علاقوں میں رہنے والوں اور دور افتادہ علاقوں میں بسنے والوں

کے لئے یکساں طور پر آسان رکھے گئے ہیں اگر شہروں میں دوربینیں اور حساب کرنے والی مشینیں بھی ہیں تو وہیں عوام الناس کیلئے قدرت کا آسان نظام بھی موجود ہے یعنی چاند کا دکھائی دینا۔ جس طرح صلوٰۃ اور روزے کے اوقات کیلئے سورج کے طلوع وغروب اور اتار چڑھاؤ کو معیار بنایا گیا ہے اسی طرح حج اور روزہ اور عید کیلئے چاند کو معیار قرار دیا گیا ہے اور شمسی مہینوں کے بجائے قمری مہینوں کو رائج کیا گیا ہے کیونکہ عام آدمی آسانی سے چاند دیکھ کر مہینہ کا شروع اور آخر جان سکتا ہے۔ یہ قدرت کا ایک نظام ہے اور اسلام میں اس ضمن میں بڑی سہولت دی گئی ہے۔

یہ بڑی زیادتی کی بات ہے کہ عبادات میں بھی اب سیاست غالب آرہی ہے۔ ہمارے ملک میں سیاست ہے ہی نہیں داداگیری ہے۔ جو چار غنڈے اکٹھے کرسکتا ہے وہ بدمعاشی بھی کرسکتا ہے اور وہی سیاستدان ہے اور جس کے ساتھ غنڈے نہیں ہیں وہ سیاستدان نہیں ہے۔ ساری سیاسی جماعتوں کا ایک ہی انداز ہے یا بندے خریدے جاتے ہیں یا بندوں کو زبردستی کسی کام پر مجبور کیا جاتا ہے کوئی تیسرا طریقہ نہیں ہے اور یہ تو انتہائی بدنصیبی ہے کہ صدی سے زیادہ عرصہ ہم کافروں کے غلام رہے لیکن عبادات میں فرائض سنن اور واجبات میں انہوں نے کبھی دخل نہیں دیا عبادات ہر کوئی اپنی صوابدید پر کرتا رہتا تھا لیکن یہ کیسی اسلامی حکومت آئی ہے؟ یہ اسلامی حکومت تو ہے نہیں مسلمانوں کی حکومت ہے تو پھر انہیں کم از کم اتنی حیا تو کرنی چاہیے کہ عبادات میں مداخلت نہ کریں۔

یہ بڑی قابل غور بات ہے کہ ہم کہاں جارہے ہیں؟ اور کیا کررہے ہیں؟ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟

عبادات تو قربِ الٰہی کے لئے ہوتی ہیں۔ اگر یہ بھی مفادات پر قربان ہونے لگیں تو بات تو ختم ہوگئی۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے یہ انتہائی زیادتی کی بات ہے۔

بہر حال یہ مطالبہ کہ پوری دنیا میں ایک ہی وقت پر عید ہو یہ ممکن ہی نہیں ہر ملک کا دوسرے ملک سے وقت کا فرق ہے کوئی چند گھنٹے پیچھے ہوتا ہے اور کوئی چند گھنٹے آگے مثلاً ہمارے ہاں صبح کے دس بج رہے ہیں اور امریکہ میں کہیں رات کے دس بج رہے اور کہیں بارہ بج رہے ہیں تو ساری عبادات ایک وقت میں کیسے ہوسکتی ہیں؟ قدرت کا تو نظام ہی ایسا ہے کہ ہر لمحے دنیا میں کہیں نہ کہیں اذان بلند ہوتی رہتی ہے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے کہ اذان کی صدا بلند نہ ہو رہی ہو تو سب جگہ ایک وقت پر عید کیسے ممکن ہے۔

ہمارے ہاں سیاست نے دخل دے رکھا ہے۔ آج سرحد میں عید ہے اور بہت سارے لوگوں نے روزہ بھی رکھا ہوا ہے۔ سرکاری طور پر آج عید کا اعلان بھی ہوگیا ہے اس اعلان میں علماء کرام مفتیان کرام کو شامل کیا گیا گواہوں نے ان کے سامنے آکر چاند دیکھنے کی شہادتیں دیں اور یہ امکان بھی ہے کہ سرحد کے شمالی پہاڑی علاقے طول بلد میں آتے ہیں جس میں مڈل ایسٹ آتا ہے اس طول بلد میں جتنے علاقے آئیں گے ان میں چاند نظر آئے گا اور مڈل ایسٹ کے ساتھ آئے گا لیکن اس کا اطلاق اسی طول بلد پر ہوگا اس سے باہر نہیں ہوگا۔

اگر تمام اسلامی ریاستیں اپنے علاقے کیلئے رؤیت ہلال کا درست نظام بنانا چاہتی ہیں تو انہیں چاہیے کہ پوری دنیا کو اس طرح زون میں تقسیم کریں کہ کون سے طول بلد اور کتنے عرض بلد میں چاند نظر آتا ہے اور وہ کتنے علاقے میں مؤثر ہے۔ جنوب یا شمال کو طول بلد سمٹتا جاتا ہے مثلاً کابل اور کابل کے ساتھ کے علاقوں میں چاند عرب کے ساتھ نظر آتا ہے تو کابل کے علاقے اس طول بلد کے حساب سے اس زون میں آجاتے ہیں جو عرب شریف ہے۔ حق یہ ہے کہ جس علاقے میں چاند کی شہادت ملے اس کا زون مقرر ہونا چاہیے کہ یہ کس علاقے تک مؤثر ہے اس طرح پوری دنیا کا نقشہ بنالیا جائے۔ علاقے تقسیم کردیئے جائیں کہ فلاں جگہ چاند نظر آتا ہے تو فلاح علاقے تک اس کا اطلاق ہوگا اور اس سے اگلے علاقے میں چونکہ چاند نظر آنے کا امکان نہیں لہٰذا وہاں دوسرے دن نظر آئے گا۔ لیکن حق بات کہنا سننا اور اس اور عمل کرنا یہ کام تو وہ کریں گے۔ جو اللہ کے ساتھ دین کے ساتھ اور قوم کے ساتھ مخلص ہوں گے۔ اس مرتبہ رؤیت ہلال کے نام پر جو سیاست کی گئی ہے میری ذاتی رائے کے مطابق میرا تجزیہ یہ ہے کہ مولانا فضل الرحمٰن کا سرحد میں بڑا اثر ورسوخ تھا حکومت نے J.U.I کی طاقت توڑنے کے لئے بہت سے علماء کو اکھٹا کر کے ان سے اعلان کروا کر مولانا فضل الرحمٰن کو سیاسی طور پر الگ کر دیا ہے انہوں نے اب تردید کردی ہے اور حکومت کو یہ فائدہ ہوگیا ہے کہ بہت سے مولوی ان سے الگ ہوگئے ہیں۔ رات ٹی وی پر ان مولویوں کو دکھا رہے تھے عشاء تک وہ کھانے میں ہی مشغول تھے عجیب بات ہے کہ عشاء کے بعد انہیں چاند نظر آ گیا ہو تو ہو!

کسی کا روزہ رہے یا جائے کسی کی عبادت ہو یا ضائع ہو انہیں اپنے سیاسی مفادات سے غرض ہے بلور برداران جو ایک صوبائی وزیر ہے اور ایک وفاقی وزیر وہ فرما رہے ہیں کہ ہم مسلمان تب ہی ہو سکتے ہیں جب ہمارا کام مکہ مدینہ کے ساتھ ہو۔ جب وہاں عید ہے تو ہماری بھی عید ہونی چاہیے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ مکہ مدینہ میں صرف عید ہی ہوتی وہاں تو حدود شرعی نافذ ہیں تو پھر آپ تب ہی مسلمان ہو سکتے ہیں جب آپ حدود شرعی نافذ کریں۔

اور ان کے ساتھ صرف عید ہی نہ کریں عید کی نماز بھی ان کے ساتھ پڑھیں۔ آپ نے تو یہاں عید اب پڑھ لی ان کی عید کی نماز دو گھنٹے بعد ہوگی پھر بات یہاں ختم نہیں ہوجاتی۔ آپ ان کے ساتھ عید کی نماز ہی نہیں پانچوں نمازیں پڑھیں لیکن یہ کیسے ہوگا؟ کیونکہ جب وہ وہاں فجر پڑھتے ہیں تو یہاں چاشت کا وقت ہوتا ہے۔ جب وہاں مغرب ہوتی ہے تو ہم عشاء پڑھ چکے ہوتے ہیں پھر آپ اپنی مغرب بھی ان کے ساتھ پڑھیں۔ بلور برداران کی یہ دلیل درست نہیں کہ عید عرب کے ساتھ ہونی چاہیے۔ یہ ممکن ہی نہیں دو گھنٹے کا فاصلہ بڑا فاصلہ ہے۔ یہاں چاند نظر نہیں آتا وہاں سورج دو گھنٹے بعد غروب ہوتا ہے وہاں چاند نظر آ سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے فان غمر علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلیثن (بخاری ومسلم)

اگر (29 تاریخ کو) چاند نظر نہ آئے تو شعبان کی 30 کی گنتی پوری کرو۔ (صحیح بخاری و مسلم)

یعنی اگر بادل کے باعث چاند دکھائی نہیں دے رہا اور کہیں سے رویت کی شہادت بھی نہیں مل رہی تو تیس دن پورے کرو اس شعبے میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ لیکن ہمارے ہاں صورت حال اور ہو چکی ہے۔ اب عبادات بھی اللہ کی رضا کے لئے نہیں اپنی ذات کی تسکین کیلئے ہیں۔ اور اس انا کی تسکین ہر بڑی چھوٹی جگہ دیکھی جا سکتی ہے۔ مثلاً دارالعرفان میں ہم نے پوری احتیاط سے کمپیوٹر کے ذریعے حساب لگایا طول بلد اور عرض بلد نکال کر طلوع و غروب کے اوقات کا کیلنڈر بنایا اور یہاں ٹھیک غروب آفتاب پر روزہ افطار ہو جاتا ہے ہمارے اردگرد کے شہری اور عوام ہمارے ساتھ افطار کرتے ہیں لیکن چھوٹی چھوٹی مساجد کے مولوی صاحبان اپنے اپنے حساب سے افطار کرواتے ہیں کسی مسجد میں دو منٹ بعد کوئی چار منٹ اور کوئی پانچ منٹ بعد افطار کرتا ہے۔ انہیں افطار کے درست وقت سے غرض نہیں انہیں صرف اس سے غرض ہے کہ ان کی Say رہے۔

اور یہ رویہ دین نہیں۔ اگر کوئی ہمارے ساتھ افطار کرلے تو ہمیں اس سے کیا مل جائے گا؟ کوئی نہیں کرتا تو ہمارا کیا بگڑ جائے گا؟ ہر ایک کو اللہ کے آگے جواب دینا ہے لیکن کم از کم دین کو انا کی تسکین کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔ لیکن ہمارے سیاستدان تو دین کو سیاسی بازی گری میں لے آئے ہیں۔ حکمران یہ سمجھتے ہیں کہ اگر لوگ آپس میں لڑتے رہے تو وہ آرام سے عیاشی کرتے رہیں گے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ لوگ چاند کے مسئلے پر لڑتے ہی رہیں یا آٹے، چینی پر۔ بس انہیں حکمرانوں کی طرف دیکھنے کی فرصت نہ ملے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اللہ ہم پر رحم فرمائے جو کچھ ہم کر رہے ہیں، جس سمت ہم جا رہے ہیں۔ یہ سب اچھا نہیں ہے۔ ہم افراتفری اور خانہ جنگی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہمیں اپنے پورے ہوش و حواس سے اس بات کو سمجھنا چاہیے۔ اللہ سے معافی اور مغفرت طلب کرنی چاہیے اس لئے کہ خانہ جنگی عذابِ الٰہی ہوتا ہے لیکن ہم عجیب قوم ہیں اس عذابِ الٰہی میں جشن آزادی مناتے ہیں۔ اس سال بھی بہت اہتمام سے منایا گیا۔

غور کیجیے برصغیر پر جب انگریز کا اقتدار مضبوط ہو گیا تو ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ڈیڑھ دو ارب آبادی کے پورے برصغیر پر ساڑھے تین سو انگریز حکمران تھے۔ انہوں نے برصغیر کی غلام آبادی کے لئے غلامانہ نظام تعلیم، نظام معاش اور نظام قانون بنایا اور اس کے تحت حکومت کی۔ کیا ہم آزاد ہیں؟ ہم اس وقت آزاد ہوتے جب انگریز کے چلے جانے کے بعد ہمارا اپنا نظام تعلیم بنتا، معاشی اور عدالتی نظام ہمارا اپنا بنتا لیکن 1947ء سے 2009ء تک یہی غلامانہ نظام چل رہا ہے۔ کیوں؟ انگری نے جاتے جاتے اپنے خدمتگاروں کو غلام قوم کی زنجیر تھما دی اس نے وہ زنجیر پکڑلی اور قوم کے ہاتھ پاؤں انگریز کے ظلم میں ہی جکڑے رہنے دیئے۔ سو ہمارے گلے میں غلامی کا طوق اور ہاتھوں میں غلامی کی زنجیریں یونہی پڑی ہوئی ہیں۔ انگریز کی جگہ دیسی بندہ آگیا ہے تو پھر کس

بات کا جشن آزادی؟ کون آزاد ہوا ہے؟ کب آزاد ہوا ہے؟

ہمارے حکمرانوں کو دین کے نام سے چڑ ہے۔ دین کی بات کی جائے تو اسے انتہا پسند کہتے ہیں۔ دین تو کسی کو ناحق قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ اس کا انفرادی فعل ہے۔ وہ حکومت سے زیادہ دین کا دشمن ہے۔ لیکن یہاں تو ہر غلط اقدام کا الزام دین پر لگایا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ یورپی ممالک میں تو اسلام نہیں ہے۔ ان کے اپنے بنائے ہوئے ضابطے ہیں۔ وہ آزاد اقوام ہیں۔ آزاد قوموں کے اپنے نظام ہیں جہاں ہر شہری کو اس کے حقوق ملتے ہیں ۔ ہر بچے کو تعلیم دی جاتی ہے، علاج کی سہولتیں دی جاتی ہیں، غرباء کو وظیفے دیئے جائے ہیں، بے گھروں کو رہائش ملتی ہے، جرم کرنے پر سزا دی جاتی ہے، کوئی فرد انصاف سے بالا نہیں ہے۔ تو پھر ہمارے جو حکمران اسلام نہیں اپنانا چاہتے وہ یورپ کے ضابطوں کو اپنا کر قوم کو زندگی اور موت کے درمیان والی اذیت ناک حالت سے تو باہر نکالیں۔

یہاں عوام میں سے جسے چاہتے ہیں اٹھا کر غیر ممالک کو دے دیتے ہیں۔ جس پر چاہتے ہے جھوٹا مقدمہ درج کروا دیتے ہیں۔ دس سال عدالتوں کے چکر لگا کر جب اس کی جائیداد بک جاتی ہے، گھر ویران ہو جاتے ہیں، عدالت اسے بری کر دیتی ہے۔

یہ ملک قباحتوں کی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ اللہ کرے کوئی مثبت تبدیلی آئے۔ اللہ اس ملک کی حفاظت فرمائے۔ لوگوں کو عدل وانصاف نصیب ہو کہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ دیر پا نہیں ہو سکتا ۔ظلم کی دہشت تو بہت ہوتی ہے لیکن ظلم کی عمر کم ہوتی ہے۔ ظلم زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔

خون پھر خون سے بہتا ہے تو جم جاتا ہے
ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

اللہ کریم ہمارے حال پر رحم فرمائے ہمیں توفیق دے کہ ہم اچھائی کی طرف آجائیں بات تب بنتی ہے جب ہم دوسرے کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھیں۔ صرف اپنی ذاتی فکر کرتے رہنا یہ تو ہر جانور کی خصوصیت ہے۔ انسان تو اُنس سے بنا ہے۔ انس قائم رکھ کر ہی انسانیت کے مقام پر قائم رہ سکتا ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

دعائے مغفرت

1۔ سلسلہ کے ساتھی محمد رمضان (شورکوٹ) اور محمد اسلم فرنیچر والے (ڈسکہ) کے سر فوت ہو گئے
2۔ قاضی محمد اسلم (پنڈ گھیب اٹک) کی والدہ ماجدہ
3۔ ماسٹر محمد اشرف (بیگووال سیالکوٹ) کی والدہ ماجدہ
4۔ سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی محمد عنائیت ڈھلو (گلوٹیاں ڈسکہ)
5۔ سپیشل کلاس گوجرانوالہ کے ساتھی ملک محمد امین کے والد محترم
6۔ سلسلہ عالیہ کی ساتھی اور ڈاکٹر عبدالعزیز فیصل آباد کی خوشدامن قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔
7۔ رانا عامر فہیم (ساہیوال) کے والد محترم نذیر احمد قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ان کیلئے بہت ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆☆

اولیاء اللہ اور ولایت یا صوفیاء اور تصوف

یہ مقالہ حضرت شاہ مراد کی یاد میں شاہ مراد ادبی کانفرس چکوال میں پڑھا گیا 26-11-09

آج ہم ایک عظیم انسان یعنی ایک ولی اللہ یا ایک صوفی کی خدمت میں خراجِ عقیدت پیش کرنے کیلئے حاضر ہیں جو ایک عظیم شاعر بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر شاعر فطری طور پر فلسفی بھی ہوتا ہے تو میری خواہش ہے کہ اگر اجازت ہو تو میں ولایت یا تصوف پر کچھ عرض کرسکوں۔

تصوف کیا ہے اور یہ لوگ صوفی کیوں کہلاتے ہیں۔ اس پر بہت کچھ لکھا کہا جاچکا ہے لیکن میری رائے میں قرآن حکیم کے لفظ تزکیہ کا ترجمہ تصوف ہے اور اس کمال کو حاصل کرنے والے حضرات صوفی کہلائے۔ یہ کمال کیا ہے اور کہاں سے حاصل ہوتا ہے کہ مختصراً تفصیل یہ ہے کہ یہ کمال قلب اطہر رسول اللہ ﷺ سے نصیب ہوتا ہے۔ یاد رہے نبی اکرم ﷺ کے فیوضات دو طرح سے ہیں۔

1۔ تعلیمات نبوت　　2۔ برکات نبوت

تعلیمات میں قرآن وحدیث جو دین کی اساس بھی ہیں اور تفصیل وتشریح بھی اور برکات میں وہ کیفیات شامل ہیں کہ جو آپ نے فرمایا اللہ واحد ولاشریک ہے تو صحابہ کبار رضوان اللہ علیھم اجمعین نے مانا پورے خلوص سے مانا اور دل سے کیفی طور پر محسوس بھی کرلیا یعنی یوں کہا جاسکتا ہے کہ نہیں دیکھتے تھے مگر دیکھتے تھے اور اسی طرح ہر حکم شرعی کے اثرات اور نتائج انہوں نے کیفی طور پر محسوس بھی کیے اس لیے وہ افضل ترین خلائق کہلائے کہ کوئی غیر صحابی خواہ کتنا بھی درجہ پالے صحابی کی خاکِ پا کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہ شرف صحابیت کیا چلّہ کشی یا مجاہدے سے حاصل ہوا؟ ہرگز نہیں، یہ تو ایک نگاہ کا صدقہ تھی جو زندگی میں کبھی نصیب ہوگئی۔ سبحان اللہ وہ جو کیا کہا گیا ہے کہ۔

من سی پارہ، دل می فروشم
بگفتا قیمتش گفتم نگا ہے
بگفتا کمترش گفتم کہ گا ہے

حضور اکرم ﷺ کی ایک نگاہ نصیب ہوگئی ایمان کے ساتھ یا مومن کی نگاہ آپ ﷺ پہ پڑی تو صحابی ہوگیا۔ مرد، خاتون، بچہ، بوڑھا کوئی قید نہیں۔ امیر، غریب، عالم، جاہل سب بنیادی طور پر صحابی قرار پائے یعنی ان کے قلوب کو کیفیات نصیب ہوئیں۔ ان کے اندر فضائل ضرور ہیں یعنی سب اچھے اور بعض بہت اچھے بعض بہت ہی اچھے۔ سو یہ ابتداء ہے تصوف کی۔

صحابہ کے بعد یہ خصوصیت صحابہ میں بھی تھی کہ جسے صحبت نصیب ہوئی تابعی کہلایا اور تابعی صحبت یافتہ تبع تابعی سے یہ تین زمانے خیر القرون یعنی بہترین زمانے تھے۔

پھر ادارے وجود میں آئے۔ قرآن اور تفسیر، حدیث

شریف، فقہ یہ علوم کے خزینے بنے۔

ذکر اذکار اور کیفیات کا حصول یہ ولایت یا تصوف کہلایا اور خیر القرون کے بعد جس طرح علوم ظاہرہ کے ادارے بنے اسی طرح کیفیات منتقل کرنے کے لیے سلسلے بنے۔ روایات حدیث کی طرح سلاسل کا بھی شجرہ ہوتا ہے جو دربار رسالت تک پہنچتا ہے۔ یہ وہ عظیم لوگ تھے کہ ہر صوفی عالم ہوتا ہے مگر ہر عالم صوفی نہیں ہوتا۔ صوفی یا علم ظاہر حاصل کرتا ہے یا اللہ کریم اسے علم لدنی عطا کر دیتے ہیں۔ اور اب سے نصف صدی پہلے تک تو ہر عالم صوفی ہوتا تھا اب یہ مصیبت آئی ہے علما بھی خال خال ہیں اور صوفی تو بہت کم۔

یہ لوگ کیفیات قلبی کے حامل اور حضوری حق سے سرفراز ہوتے تھے اور یہی وصف ان میں یکسوئی سوچ وفکر میں گہرائی اور عمل میں خلوص بھی پیدا کر دیتا تھا تو کم وبیش ہر صوفی نے شعر بھی کہے ہیں کہ ان کا درد اور طبیعت میں موزونیت اس کا باعث بن گئی۔ ان حضرات نے دلوں کی ویران بستیوں کو آباد فرمایا اور بنی آدم کو انسانیت سے سرفراز فرمایا۔ یہ حضرات جہاں تھے انقلاب آفریں ہستیاں ثابت ہوئے اور بھٹکی ہوئی آدمیت کو صراط مستقیم پر لانے کا سبب بنے۔ ان پر اللہ کریم کی بے شمار رحمتیں ہوں اور ہمیں ان سے مستفید فرمائے۔ آمین۔

امیر محمد اکرم اعوان دار العرفان

اشتہار

کیا آپ ماہنامہ المرشد کے سالانہ خریدار بننا چاہتے ہیں تو وہ بذریعہ منی آرڈر درج ذیل ایڈریس پر مبلغ =/250 روپے روانہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد

17۔ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ، ٹاؤن شپ لاہور

فون نمبر 0423-5182727

نوٹ: درج بالا ایڈریس کے علاوہ کسی اور جگہ پر روپے بھجوانے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

منی آرڈر فارم پر اپنا نام و پتہ صحیح اور واضح لکھ کر ارسال کریں۔

versaries. This won't be the first time; it has been happening since time immemorial by **His** Command. It is **He**, Who commands the sun to shed light and the clouds to shed droplets. **He** grants the opportunity to live and may take it back whenever He desires. It is only the test of a man's loyalty; otherwise it is **He**, Who is doing everything. When do the loyalties of **My** slave side with his Nafs, when does he link them to the worldly pleasures, when does he switch them over to his vain desires, and who is the one to keep his loyalty pure for **Me** and **My** Beloved Prophet-SAWS? That is all! Keep looking for this feeling within yourselves and keep analysing it. Circumstance change, shapes modify and colours fade. If you place a beautifully painted object in the sun, it would lose its lustre after a couple of weeks. Its paint would also erode if it receives some rain. You would have to protect it from sun, rain and many other problems. You would similarly need to protect your loyalties.

This is a great Favour of **Allah** that he granted us such an accomplished Shaikh. I was amazed when I heard him the first time. He was sitting on the pulpit and saying, "If anybody wants to reach the Court of the Holy Prophet-SAWS, he should come to me. Let him eat, sleep and remain comfortable; he would regularly do **Allah**'s Zikr that I teach him, and it is my responsibility to arrange his Bai'at at the blessed hands of the Holy Prophet-SAWS." My mouth hung open! What is this simple, coarsely clad villager of average height and features saying? At the maximum, he could be a religious teacher, a scholar or a dialectician; even then, this claim is too tall for him to make. But from somewhere within myself, my heart testified that he was speaking the truth. It is just not possible for anyone to concoct a lie of that magnitude! Yes, people can make false promises of making someone a minister; even a prime minister or getting someone a house; but no one can tell the lie that, 'I would take you to the Court of the Holy Prophet-SAWS'. This is nothing small. Hadhrat Ji-RUA had said it in routine. The intense simplicity and truth of this small sentence seized me forever, and by **Allah**'s Grace, the whole life has passed in this captivity. It is only by **His** Grace; otherwise, I wasn't like that. I never went to hear religious scholars. I had gone to this gathering to support the Sunnis, because it was a religious dialogue and there was a possibility of clash. We had not even known who were Sunnis and Shi'ahs. We knew only that we belong to the Sunni group and were determined to settle the scores with any Shi'ah who tried to create trouble. We had not known the difference between the two religions. We had no concern with it. But that small sentence captured my whole life, and I pray to **Allah**, never to set me free from this prison even if my life is increased by a million times. May I die on this and then rise in my Shaikh's feet on the Day of Resurrection. Loyalty is the real essence of Tasawwuf, Wilayah and Nearness. Of course, everyone would manifest his loyalty according to his capacity, but loyal he must remain! If loyalty starts waning, worships become lifeless, real spirit of relationship with **Allah** departs and the Barakah flowing from the Holy Prophet-SAWS are blocked. Everyone can judge himself. We keep giving judgements about others, but first of all, we should pass judgement on ourselves. There is Someone Else to judge others; that is none of our business. There is a system of accountability in worldly affairs and only appointed people should be concerned with it. If they lapse, they would also be asked by Someone. The inside of a person is well known by his *Rabb* and he would ultimately receive his result. We should rather look inwards, how many weaknesses do I posses and what is the level of my loyalty. Seek **Allah**'s Help to rectify your weaknesses, and seek **His** Help to increase your loyalty. May **Allah** overlook our weaknesses and generate abounding loyalty in us.

sacrifices his life. Why has **Allah** called him a 'Shaheed', which means a witness? It is because he established his loyalty by sacrificing his life. He stood by his conviction even when his chest was slit or his body was blown to pieces. **Allah** says he stood witness to My Prophet-SAWS and established his loyalty by sacrificing his life. What should then be the level of loyalty with a personality, for whom **Allah** sent down a piece of Jannah, because this world wasn't worth his residence?

When we talk of loyalty…A Persian poet has composed a sonnet, which says that once Majnoon (Qais Najdi) caught hold of a passing-by dog and started kissing its feet. People said, "We have seen many crazy people, but this act is beyond all limits of madness. After all, what is the sense of kissing a dog's feet?" He replied, "I have seen it occasionally passing through Laila's street." Loyalty is a continuous, on-going, never-ending act. We are loyal to anyone who is loyal to the Holy Prophet-SAWS. We kiss the footprints of the one who has passed through that street. We would sacrifice ourselves for the one who conveys his-SAWS message. We would serve the one who serves his-SAWS cause. Why? Because, we bear loyalty to the master-SAWS that he is serving. Majnoon didn't love that dog for sure, nor did he have anything to do with that street. But then, they both had a connection with Laila!

Islam is loyalty, pure. This is the only goal for which we all are striving by **Allah**'s Grace. We don't have any worth of our own, All that we have, belongs to someone else, we have only borrowed it. We are actually nothing. I for one, don't belong to this line. Neither was my father a scholar nor was my grandfather, and nor was any of them a saint. This just doesn't exit in our hierarchy. We are agriculturists, if we become friends, we sacrifice ourselves and if we quarrel with some one, we would go to the other extreme. We had no concept of the finer human sentiments. We had never known the taste of love and the fragrance of loyalty. Our culture created arrogant Pharaohs but no Musa. The landlords who are sitting here know themselves and also their brethren that, theirs is the most egotistical section of the society. It is not necessary that he should be a big landlord of a thousand squares; even a small landlord of a single acre is equally haughty. It is the nature of this profession that makes them callous. They only know how to slit the earth and would, with equal comfort, slash the chest of their adversaries. They belong to a different category of human beings, completely void of love, affection or loyalty. Their hard hearts never shed a tear. Once a fight took place in our nearby village. One brother was killed, the other arrived late. He took the sheet off his brother's face and swore at him loudly, "Why couldn't you wait for me? Why did you get killed alone? You should have waited; we would have fought together, killed the rivals, and if we had to die, we would have died together. You are such a foolish rascal…" Had he belonged to some other class, his heart would have softened and he would have cried, but this man was swearing at his dead brother and quarrelling with him. We belonged to this category of people. Then, who introduced our hearts to the pangs of love and welled our eyes up?

I think the one who did that accomplished an impossible task. How far removed were arrogant and illiterate people like us, from the Book of **Allah**, the mosque, the pulpit, and blessings of the Holy Prophet-SAWS. Someone recovered us from mountains, forests and deserts, and ushered us into the honourable court that angels revere to enter. Now, what is left in our lives is, how much loyalty do we owe to **Him**? This is our Islam, our Deen, our worship and our obligation. With what degree of loyalty do we respond to the Infinite Grace that has flowed from **Him**? This is the whole religion and the goal of all effort and struggle. Whatever is happening in this world is by **His** Command alone. **He** may get sinful Muslims subdued by Kuffar. Whenever **He** desires, **He** may restore the Muslims to annihilate the ad-

hammad-SAWS. The Quran has called him 'the Bright Lamp', the Sun that distributes light. Farther you move away from the sun, the darker it would become. Let's say you enter a closed room and inwards to the second and then to the third, and if each room measure a hundred years, we are in the fifteenth room. This room has no other skylight, window, door or exit. Inside it is darkness shrouded by numerous folds of darkness. We are fifteen centuries away from the Sun of Prophethood, whose single ray illuminated the hearts and raised people to the status of Companionship. **Allah** didn't raise a new Prophet or Messenger, nor did **He** light yet another Lamp. **He** created many moons and stars to orbit around the Sun and reflect his light to illuminate the world. Does it become totally dark in Polar Regions, where the sun sets for six months and the night takes over? Of course not! It is like twilight. Stars shine to show ways to the wayfarers, they don't have their own light, nor does the moon shed its own. They borrow it from the sun. Similarly, **Allah** gathered many hearts around this Sun, like moons and stars, to reflect his light onto mankind coming centuries later. They are the ones whose hearts are illuminated by Prophetic light. How lucky are they, whose lives were spent in acquisition of these blessings, and whom **Allah** appointed as the source of guidance for others.

May **Allah** ever raise the status of Hadhrat Ji-RUA and shower infinite Mercy on his grave! He belonged to a small, remote, undeveloped village, devoid of worldly resources, but his heart acquired light, so intense, that he illuminated hearts from one corner of the globe to the other. We have read the incidents of many Aulia. Reading about them accords new freshness and appears to water the plantlet of **Allah**'s Name in the heart. If **Allah** grants spiritual insight to someone, he would see that there are not as many stars in the sky, as the Aulia resting in their graves, since the 'Best Era' till the time of Hadhrat Ji-RUA. Separate lights ascend from each of their locations and each heart transmits different feelings. Many of them have reached 'Alam-e Amr. There is however, something special to note. Every Muslim who came to the Companions became a T'abi. Similarly, any one who attended the company of Taba'in became a Taba' T'abi. But, not everyone who visited the Taba' Taba'in could become a Wali. Since then, till the time of Hadhrat Ji-RUA this has been a common characteristic of all Aulia that, they took thousands of seekers in their Silsilah, reformed their beliefs and conduct, taught them Oral Zikr but didn't illuminate the heart of every seeker who came to them. Probably, out of five hundred thousand students, they taught Zikr-e Qalbi only to a selected five. It is really difficult to inspire sublime feelings in the heart. There are two reasons, as mentioned in the duties of Prophethood. First, it should be taught to learn **Allah**'s Name. Second, knowledge of The Book and wisdom be infused into it. After Taba'in, there is only one name, that of Hadhrat Ji-RUA, who illuminated the Qalb of every seeker who came to him. His company lit the heart of one and all, whether he was rich or poor, young or old, male or female, scholar or illiterate. After crossing fourteen dark rooms of hundred years each, when we entered the fifteenth, **Allah** raised for us a bright moon, again.

What is Islam, what is Deen and what is the reality and quintessence of Deen? We consider our body a wonder of creation and think that our brain is even a greater marvel. In my opinion, however, brain is more like a secretariat, an office that stores files, receives instructions and acts to ensure their compliance. Decisions however, come from someone else; they come from the heart. This heart is not the pumping machine of the body, but deep down, inside its core, there is yet another subtle heart - the Qalb. It is this house where desires are born, ambitions are nurtured, and the decisions of love and hate are made. This tiny Qalb is the core of human body. Similarly, the whole Deen contains its essence in just a small feeling - loyalty. Islam is the name of loyalty and loyalty alone. A Mujahid wages Jihad and

From my apartment to my pulpit is a piece from the Jannah", (or as the Holy Prophet-SAWS may have said).

The piece of Jannah on this earth extends for the Rauza-e Athar to Riaz al-Jannah. In the earlier times there was no electricity and no fans or air conditioners. Our own friends travelled from Jeddah to Makkah and onwards to Madinah by camel caravans because there were no vehicles in Arabia. Even during those times when there were no fans or air conditioners, one could feel whiffs of air passing through and touching those sitting in Riaz al-Jannah. Even today when you sit in Riaz al-Jannah, you would notice two things. First, no outside noise is audible in Riaz al-Jannah, rather the whole Masjid-e Nabvi. During the recent extension of the Mosque the whole city resounded with the noise of construction work and machines. However, when you entered the Mosque you felt as if you had stepped in a different world. You heard no noise and instead experienced total calm and peace. Second, you would notice that the air in Riaz al-Jannah is not from the air conditioners. It has a significantly different fragrance and feel. It is because Jannah does not require the air from this world. It has its own air, its own lights and its own unique feel. What did that personality, for whom **Allah** sent down a piece of Jannah on this earth, have to do in this world? There was only one task: fulfilment of the Prophetic mission.

The Holy Prophet-SAWS was performing The Last Pilgrimage when these Ayat were revealed in 'Arafat:

*Today **I** have perfected your religion for you and have completed My Favours upon you and have preferred Islam as your Deen* (5:3).

This revelation stirred unparalleled happiness within the Companions. They had remained anxious during all twenty-three years of Quranic revelation. They had anxiously waited for new Commandments, awaited approval of their conduct and apprehended Divine Rebuttal. And here was the day to celebrate the completion of Deen. They congratulated each other and said, "Let's find Abu Bakr. He deserves the most felicitations. He is 'Companion of the Cave'." They found him in his tent, facing a corner and crying. They said, "We had come to congratulate you. The Ayah signifying the perfection of Deen and completion of **Allah**'s Favours has been revealed." He said, "This makes me happy too, but the thought that grieves me is that, when the task has been completed, the Holy Prophet-SAWS is not going to remain in this world any more. This world is not worthy that he should grace it with his blessed presence after the fulfilment of his mission." And that is what exactly happened! The Holy Prophet-SAWS left this world after only eighty-three days.

First part of the mission, which the Holy Prophet-SAWS had come here for was to; Recites **His** Verses unto them. 'Convey **My** Message to **My** slaves. Not every one has the capacity to talk to **Me**. Not every chest has a heart to listen to **Me**. Not every heart has the capacity to know **Me**. Therefore, go O **My** beloved Prophet-SAWS and convey **My** Message to **My** Slaves. Then, polish the hearts of those who accept, purify them and grant them the ability to comprehend **My** Message and teach them The Book. They may be able to read the text, but instil in them the wisdom to discern the actual meanings, the real Divine Will represented by words of The Book.

We are those unlucky ones who have fourteen hundred years between the Holy Prophet-SAWS and us. A long distance of fourteen centuries has come between us. The attributes of honesty and trust, capacity and ability, and piety and purity diminish gradually as moments recede from the time of the Holy Prophet-SAWS. As you move away from light, objects appear dimmer and shadows grow darker. The source of light, the sun is the Holy Prophet Mu-

of the Holy Prophet-SAWS and do not raise your voices above his-SAWS voice. If that happens, "*all your good deeds would be lost*." **I** do not require your Hijra, **I** have no concern with your Shahadah, **I** do not care about your worship and effort. If your voices get louder in the audience of **My** Prophet-SAWS, all of your good deeds would be wasted, "*and you won't even know.*" (49:1)

Scholars have interpreted the phrase '*and you won't even know*' in two ways. If it is related to 'the loss of good deeds', it would mean: 'all your good deeds would be lost and you won't even know', and if it is related to 'the raising of voices', it would mean: 'if you raise your voices even unknowingly, all your good deeds would be lost'. 'Raising the voice' does not denote its literal meaning only. It has another meaning that is known as 'remote meaning'. Each word, sentence and phrase has two meanings, one is called its apparent, imminent or near meaning, while the other is known as its remote meaning. Remote meaning denotes the consequential action. Someone is told to drink water. Its imminent meaning is that he picks up the glass and drinks water; while its remote meaning is that he acted on the instruction to drink water. All Divine Attributes mentioned in the Holy Qur-an denote their remote meanings. '**Allah**'s Hand is on their hands'. The word 'hand' has been used for a human being as well as for Almighty **Allah**. For a human, it would denote its imminent meaning i.e. the physical hand, but in the case of **Allah**, Who is above any concept of body or form, it would represent its remote meaning. If you place your hand on someone's hand, what would that symbolise? It would depict that you are with him and would protect him. It would similarly mean that **Allah**'s Help, Kindness and Protection are with him.

The remote meaning of this instruction is that 'no believer can ever dare to disobey any order of the Holy Prophet-SAWS'. If someone issues an instruction against the instruction of the Holy Prophet-SAWS, he would have touched the remote meaning of this phrase. He would deem to have 'raised his voice above the voice of the Holy Prophet-SAWS'. No good deed of such a person would be acceptable to **Allah**.

Allah has set the system for this world. This earth becomes the permanent abode of everyone that inhabits it, till Qiyamah. It houses Barzakh as well as the Iliyyin and Sijjin. This earth is a line, a divider. Illiyin starts from above its surface till the 'Arsh. People who have attained to salvation in Barzakh reside here according to their position and status. Sijjin starts from below its surface till Tahat ath-Thra (the Lowest Pit). Every disobedient, disbeliever is interned here according to his level. This system is running in parallel with the apparent worldly system and is much stronger. You can analyse the lives of two persons. The first, who spends his life in **Allah**'s obedience, may apparently be poor, toiling his way up the difficult path of life, but his heart would be at peace. It is because the reflection of Illiyin keeps his heart in peace and bliss. There would, however, be no peace in the heart of a disbeliever or a delinquent. He may be a ruler or an affluent person but his heart would never feel any peace. He would remain restless, upset and worried. Why? It is because the wrath being prepared for him in Sijjin, as recompense of his crimes, keeps casting its dreadful shadows on him.

This world is under the influence of another world. This world hides ugliness under its beauty, its pleasures are followed by unbearable pains, its wealth is accompanied by ailments, it produces innumerable foes for the one that sits on the throne, and its every flower is escorted by countless thorns. Such a world was never worthy to be inhabited by the Holy Prophet-SAWS. Once he has arrived here, then, in accordance with Divine Sunnah, this world is going to be his abode till Qiyamah. But for that, **Allah** took a piece from Jannat al-Firdaus and planted it in this world.

Loyalty

12 July 2002

Honourable audience, the appointment of the Holy Prophet-SAWS encompasses innumerable blessings within itself. According to the Holy Quran, it is the greatest favour of **Allah**, far above the scope of human intellect and understanding. This world is not a place, worthy enough, to house a personality of the status and position as the Holy Prophet-SAWS. Subtle Divine Wisdom selected the Holy Prophet-SAWS as the means to communicate with **His** creation. Although all Prophets were sent to convey **Allah**'s Message to **His** slaves, each of them was sent to a particular nation for a specific period. It is a unique incident of human history that a single Prophet was appointed for the whole humanity for all times to come and he communicated **Allah**'s Message to every member of the human race all over the globe. This is the singular status of the Holy Prophet Muhammad-SAWS. A poet has beautifully summarised this:

None compares with your greatness, after **Allah**,
Shortest chapter inscribed in the book of greatness!

After Almighty **Allah**, all greatness, eminence, glory, virtue and qualities are gathered in one person - the Holy Prophet Muhammad-SAWS. It is mentioned in a Divine Hadith and in numerous other Ahadith that, in the sight of **Allah**, this world does not weigh as much as the wing of a gnat. This world is indeed very beautiful and absorbing. The life is adorned with innumerable attractions such as power, position and wealth, but this all has much lesser value before **Allah** than the wing of a gnat. The status of Prophethood is so exalted in the sight of **Allah** that we cannot comprehend. Then, what is the job of a personality, who is the greatest after **Allah**, is the source of Divine Mercy for the whole universe, the Mercy personified, in a place and environment like this?

Ideal Muslims of Qur-an, the slaves of **Allah**, about whom **Allah** feels proud **Himself**, were those who withstood every trial in the thirteen years of Makkan life and proved themselves worthy of their companionship with the Holy Prophet-SAWS. They sacrificed their homes, wealth, property, fame, honour, relationships, actually everything and came to be known as **Emigrants**. The ones who, in a state of nothingness, stood in ranks and columns in front of an overwhelming army in Badar, and about whom the Holy Prophet-SAWS expressed, "O **Allah**! I have brought the entire Islam here today."

Islam is an ideology. It is a feeling. It is the relationship of a human with the Lord. It is a unique distinction of the Companions that their personalities achieved the status of an ideology. This excellence was confirmed by the Holy Prophet-SAWS when he exclaimed, "O **Allah**! I have brought the whole Islam here today. If they are slain here, no forehead shall ever bow before **You**." Islam of the 'Companions of Badar' outweighs the combined Islam of all other Companions, Taba'in, Taba Taba'in and the saints coming till the Last Day. It is because the remaining Muslims all together might possess whole Islam, while the 313 'Companions of Badar' were the whole Islam in themselves.

Allah cautions the Companions, with some of the 313 also present in the audience: "*Do not raise your voices above the voice of the Prophet.*" Do not raise your voices in the presence

created anyone whose instructions can supersede those of the Holy Prophet-saaws, it is just not possible! Anybody who dares to attempt something like this will destroy himself and also cause the destruction of others. An important point to remember in Bai'at -e Tasawwuf is that this relationship is based on feelings only. It gets stronger with sincerity. If sincerity decreases, then there is no guarantee that this relationship will last, even if the seeker has attained high spiritual stations and has spent numerous years in this pursuit. If the foundation of a hundred-storeyed building is demolished, will those hundred storeys support the building? On the contrary, the taller the building, the faster will be the fall! A seeker will start to fall from the instant his sincerity begins to wane. This decrease in sincerity results from following the desires of one's Nafs (self), which are blatantly inflated by the Shaitan. If a person develops even the slightest notion of self-importance... let's say, today I start thinking 'Why do I need a Shaikh now when so many people are benefiting from me', my chapter will be closed right here. Al-Hamdo Lillah, I have spent half a century in the Silsilah but there has not been a single Zikr that I did alone or conducted the Zikr session with the Ahbab, without having first taken permission from Ustad ul Mukarram-rua. This is not an obligation for me, I can conduct Zikr at my own. However, whether I do Zikr alone or conduct the Zikr with the Ahbab I start the Zikr by first contacting Ustad ul Mukarram-rua, taking his permission and requesting for his Tawajjuh (attention). If ever the slightest lapse develops in this connection, respect or reverence, I would be left with nothing.

It is necessary to say a few words about the Sahib-e Majaz members. First, I cannot dare to appoint anyone as Sahib-e Majaz, of my own accord. I know for sure, that it is necessary to obtain the permission of the Masha'ikh. The second point is that there are two categories of Majazeen (plural of Majaz). There are those whom **Allah**-swt has actually blessed with the ability to acquire the blessings and pass them on. This is not due to anyone's personal excellence. It is a blessing granted by **Allah**-swt because of which the Masha'ikh choose and appoint them as Sahib-e Majaz. Some people are granted preference by the Masha'ikh due to Nisbat and appointed as Sahib-e Majaz. This is a separate favour of Allah Kareem. It is similar to granting honorary ranks or appointments in worldly affairs. **Allah**-swt appoints such people as honorary Sahib-e Majaz through the Tawajjuh of the Masha'ikh. As a result they get the status and honour, due to the bearer of this rank. However, no one, none of us, including myself, knows the basis on which we have been granted this permission. This is between **Allah**-swt and the Masha'ikh. No Sahib-e Majaz should feel proud that he has become a Sahib-e Majaz. Who knows if we really had the capability or if **Allah**-swt, by his grace alone, granted us an honorary rank! The third important point is that the relationship of those members appointed as Sahib-e-Majaz becomes even more delicate. Even the slightest of their mistakes can warrant a serious explanation. Therefore, it is important to pay due attention to one's commitments on this path. It is the responsibility of everyone to make maximum effort. However, even a single Latifah cannot be illuminated by one's effort alone; it is illuminated only by Divine Grace! The right course of action (for a seeker) is to make maximum of effort and spend as much time as possible in Zikr. However, illumination of Latifah belongs to the category of 'rewards'. It is granted by **Allah** Kareem, and He-swt grants it as He-swt desires. It is important to be aware of the ups and downs, the subtlety, and the ease or difficulty of the path that a person is walking. The more aware he is, the easier it will be for him to walk.

May **Allah** Kareem accept all friends, grant sincerity, bestow the capacity to serve Deen in this world and protect from humiliation of this world and the next. Ameen!

break their Bai'at? There is only one reason for breaking the Bai'at. When a person develops a presumption of self-importance and starts to consider himself as 'someone' great, this bond snaps instantly as he had given Bai'at on the sole premise of obedience. As soon as he brings in his own importance, the contract becomes invalid. About this, **Allah**-swt points out that when Bai'at beaks the possibility of its re-connection no longer remains, as the person does not survive. He ceases to exist as a human being. Resultantly, it has been stated that the person who breaks the Bai'at breaks himself; his existence is lost!

Please know that there are several types of Bai'at. One of these is Bai'at -e Amarat (Bai'at for Leadership). It is the same as sending someone to the Parliament through our vote. Although religious scholars differ in calling the system of election by ballot as 'Bai'at -e Amarat', this practice has remained in vogue in Muslim history. It represents an expression of confidence in a person with the ability to lead the Muslims; to his honesty, truthfulness and nobleness, and the suitability, therefore to be made the Ameer (Leader). The second type is Bai'at -e Islah (Bai'at for Reformation). Such Bai'at is given for the purpose of self-reformation and can be made with any person who is well versed with the injunctions of the Shari'ah concerning everyday affairs. In both of these types of Bai'at if a person better than the present Ameer is found then he should be made the Ameer. Similarly, if one finds a better religious scholar, he can give Bai'at to him since the sole intention (of this Bai'at) is to seek guidance. The third type is 'Bai'at -e Tareeqat' or 'Bai'at -e Tasawwuf'. It has been mentioned by past scholars and by Ustad ul Mukarram-rua that only that person can take Bai'at -e Tasawwuf who himself is Fana fir Rasool and who also possesses the ability to conduct others to Fana fir Rasool. The ability to acquire a blessing is one quality, but the capacity to pass it on to others is a totally different thing. This phenomenon can also be observed in traditional education.

Some people know a lot but are unable to teach others or put across what they know. very few people possess the ability to pass on knowledge. Similarly, in Tasawwuf. there are few people who have the ability and the capacity to acquire this blessing and pass it on to others. The aim of Bai'at -e Tasawwuf is to walk the Path (Sulook) under the guidance of the Shaikh. There is only one condition in this relationship and that is that the student should not be told to do anything, which is against the Shari'ah. The Bai'at given to the Holy Prophet-saaws was unconditional because obedience to him alone, is an unconditional obligation (Fardh). The Shaikh cannot impart education at his own will in a Bai'at made for the acquisition of spiritual stations, as he is only a servant of the Prophet's Court and is, himself, obliged to remain within the instructions and the Sunnah of the Holy Prophet-saaws. I don't think anyone who really has this blessing can dare to ignore the Prophetic instructions and put forward his own opinion. No servant of the Prophet's Court can ever do such a thing it is just not possible! And if anyone tries it, this blessing doesn't stay with him. Once a Bai'at is given as Bai'at -e Tasawwuf, it becomes obligatory to keep it. There is no person other than the Holy Prophet-saaws who should be obeyed unconditionally. Obedience to the Masha'ikh is subject to the condition that their method of spiritual education and training remains within the parameters set by the Quran and the Sunnah. **Allah**-swt has not

Bai'at

Translated Speech

of

His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan[-mza]

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

Dar ul Irfan, District Chakwal

Pakistan

17 February 2008

I seek refuge with **Allah**, from Shaitan the outcast.

With the Name of **Allah**, the Beneficent, the Merciful.

With reference to Bai'at, **Allah**[-swt] has mentioned: *Those who make Bai'at with you (O Muhammad) make Bai'at with **Allah**.* (48:10).

Bai'at is a covenant that signifies unconditional obedience. Obedience to the Holy Prophet[-saaws] is always unconditional as his Prophetic status demands, without questioning, obedience to his teachings. The human mind processes various thoughts and man has come up with many beliefs/opinions, but Bai'at is the act of denying one's thoughts, ideas and opinions. It signifies full/total, dedicated and sincere effort to act upon the teachings of the Holy Prophet[-saaws]. The literal meaning of Bai'at is 'to sell'. Once a person has sold a thing and has received its payment in full, he no longer retains the right of its possession. It is now the buyers wish to whether to store it or use it. Bai'at means that a believer has similarly sold his own self, his thoughts and actions to the Holy Prophet[-saaws] and in return has received a price millions of times greater than the value of his person, life and beliefs. He receives Divine Communion, Prophetic nearness and blessings. Favours that are beyond any price in the world, no one can ever purchase them. Thereafter, if someone's misfortune overwhelms him and he cannot keep his Bai'at and breaks it, for such people **Allah**[-swt] has said, "As for the one who breaks it, he shatters himself to pieces". Nothing is left of him; he is totally destroyed! And the one who fulfils his promise with Allah...the person who gives Bai'at to the Holy Prophet[-saaws], doesn't make Bai'at with the Holy Prophet[-saaws] alone, he in fact makes it with **Allah**[-swt]. The person who strives throughout his life to sincerely follow the Holy Prophet[-saaws] will merit great reward and **Allah**[-swt] will soon grant him many blessings. In actual fact, the relationship of Bai'at is superior to blood ties and the ties of kith and kin, and worldly relationships and friendships. All relationships can be sacrificed for it but it can never be sacrificed for any relationship.

From where then, does the thought of breaking such a valuable relationship creep in? Why then, do people